اللہ اکبر

سلسلۂ مضامین حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد

نمبر ۲ ...

مجموعہ

مضامین مولانا ابوالکلام آزاد

حصہ پنجم

امام الاحرار حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی

کے نایاب مضامین کا مجموعہ

مرتبہ

منشی مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ نے

ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت ۱۲؍

تاریخ خلافت

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قبلہ کی جدید زبردست تالیف

دینیات کا صحیفہ

پہلا حصہ۔ دعوت الٰہیہ۔ جس میں حضور خلیفۃ اللہ الاعظم رسول اکرم صلعم کی تمام زندگی سیرت نگاری کے ساتھ درج ہے۔ بعثت۔ نبوت۔ عرب کی تمدنی و اخلاقی و مذہبی حالت کا تذکرہ۔ ضرورت خلافت۔ علم خلافت کی بلندی۔ نیابت ربانیہ کی دعوت کا غلغلہ۔ مکی زندگی میں عدم تشدد۔ ہندو مسلم کے اتفاق کا معاملہ۔ مسئلہ ہجرت کا فلسفہ۔ دفاع و استطاعت و عمل محاربہ کا بیان۔ واقعات ہجرت۔ مدنی زندگی کی ترقی۔ یہود سے معاہدہ۔ غیر مسلموں سے اشتراک عمل۔ غزوات کا سلسلہ۔ ہر غزوہ کا اصلی سبب اور اُس کا ملکی و تمدنی و اخلاقی و مذہبی فائدہ و نتیجہ، وفود خلافت۔ مکتوبات خلافت۔ سفرائے خلافت کا تذکرہ۔ شاہان عالم کو دعوت خلافت۔ حجۃ الوداع کا آخری جلسہ۔ وفات شریف کی وصیتیں۔ خلیفۃ اللہ کی ابدی تعلیمات مذہبی اخلاقی تمدنی معاشرتی و سیاسی تعلیمیں۔ دو سو صفحات کا بے مثل ہدیہ و تحفہ ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ عہ

دوسرا حصہ و تیسرا حصہ و چوتھا حصہ جس میں موجودہ تحریک خلافت ہندوستان تک کا حال ہے زیر طبع ہیں۔ تفصیل مضامین علیحدہ۔

مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ!

الطامۃ الکبریٰ

وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ، لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا کَاذِبَۃٌ

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا، وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا، وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا، فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا، فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ موت اور ہلاکت کے وہ اوقات الٰہیہ جو خون کی رگوں اور گوشت کے ریشوں کے اندر سے انسان کی جانوں کو کھینچ لیتے ہیں اور آبادیاں اُجاڑ اور زندگیاں ہلاک ہوجاتی ہیں۔ وہ ارواح حروب قتال جو زندگی کے لئے موت کا اور آبادی کے لئے ویرانی کا دروازہ ایسی عجلت اور ایسی آسانی سے کھولدیتی ہیں، گویا کسی لپٹے ہوئے بند کو کھولدیا گیا۔ وہ ہلاکت اور موت کی عظیم الشان ہستیاں جن پرانسان پاش توپیں لدی ہوئیں اور آگ اور خون کے خونخوار درندے سوار ہیں، اور جو سمندروں میں تیرتی پھرتی ہیں اور ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتی ہیں تا اپنے شئون وامور کی تدبیر کریں، ان سب کی چھائی ہوئی ہیبت اور پھیلی ہوئی وحشت کی قسم، اور ان سب کی پھیلائی ہوئی موت اور برسائی ہوئی ہلاکت کی گواہی، کہ ارضِ الٰہی کا امن ڈوب گیا، انسانیت کی بستی اُجاڑ ہوگئی، نیکی کا گھر لوٹ لیا گیا، اور دُنیا مثل اُس بیوہ کے ہوگئی جس کا شوہر زبردستی قتل کردیا گیا ہو اور اُسکے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ لٹے ہوئے سنگھار پر ماتم کریگی، اور اپنی پھٹی ہوئی چادر کو سر سے اُتار دیگی۔ کیونکہ اسکا حُسن زخمی ہوگیا، کیونکہ اسکا شباب پامال کردیا گیا، اور اسلیئے کہ اسکے فرزندوں

نے اسپر تلوار اُٹھائی، اور اسلئے کہ اُسکے دوستوں نے اسے کچل دیا۔ پس زندگی کی جگہ موت، عیش و سلامتی کی جگہ اضطراب، نغمۂ نشاط کی جگہ شور ماتم، زمزمہ سنجی کی جگہ نوحہ خوانی، آبِ زندگی کی جگہ بحر خونیں، بستیوں کی جگہ قبریں، اور زندگی کے کاروبار اور بازاروں کی چہل پہل کی جگہ موت کے وہ جنگل جن میں لاشیں سٹرینگی، اور ہولناک سمندروں کے وہ خونیں طوفان جنمیں انسان کی لاشیں مچھلیوں اچھلینگی۔ اور اے دُنیا کے بڑے بڑے مغرور شہروں کے بسنے والو! کل تک تمھاری ماؤں نے تمھیں جنا تھا، تا زندگی پر گھمنڈ اور طاقت مغرور رہو۔ پر آج تم موت کے کھلونے ہو جنھیں بگاڑ دیا جائیگا، اور ہلاکت کی مورتیں ہو جنھیں مٹا دیا جائیگا۔ اور پھر اے وہ کہ تمدن کی بہشت، علم کے مرغزار، اور عیش و نشاطِ زندگی کے حیرت آباد اور اعجوبہ زار تھے! تم کل تک دوسروں کی موت و ہلاکت کی خبریں سنتے تھے، پر آج تمھاری ہلاکت کی خبریں پڑھی جائیں گی۔ کل تک تمھارے پاس کرۂ ارضی کی مصیبتوں کا قلم تھا، پر آج تمھاری مصیبتوں کی تاریخیں مدوّن ہونگی۔ تم کل تک دوسروں پر ظلم و قہر کرتے تھے پر آج تم پر ظلم کیا جائیگا۔ تم کل تک دوسروں کیلئے آگ سلگاتے تھے، پر آج تمھارے لئے جہنم بھڑک رہی ہے۔ تم کل تک ضعیفوں اور ناتوانوں کے لئے درندے تھے، پر آج درندوں میں خود چل گئی اور بھیڑیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر پنجہ مارا۔ تم کل تک دُنیا کے لئے موت کی بجلی اور ہلاکت کی بدلی تھے، پر آج کوئی نہیں جو تمھیں ہلاکت کی بارش اور بربادی کے رعد و برق سے بچا سکے۔ کل مشرق کی بربادیوں کا تم نے تماشہ دیکھا تھا، آج وہ تمھاری ہلاکت کو دیکھ رہا ہے:۔

فالیوم الذین اٰمنوا من الکفار	پس آج کا دن وہ دن ہے کہ مسلمان اربابِ کفر
یضحکون، علی الارائک ینظرون	پر ہنستے ہیں اور امن و راحت سے بیٹھے ہوئے

هل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون۔ (۸۳ - ۳۶)　　تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ہاں! اب وہ وقت آگیا کہ انھوں نے اپنے اعمال کا بدلہ پایا۔

ماتمِ انسانیت

انسان کی سوئی ہوئی سبعیت و بہیمیت پھر جاگ اُٹھی ہے وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواہشوں میں بھیڑیا، محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلی درندہ، اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات، مگر اپنی روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے، اب اپنی خونریزی کی انتہائی شکل اور اپنی مردم خواری کے سب سے زیادہ بُرے وقت میں آگیا ہے۔ وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے دار العلوموں میں انسان تھا، پر آج چیتے کی کھال اسکے چمڑے کی نرمی سے زیادہ حسین اور بھیڑیئے کے پنجے اس کے دندانِ تبسم سے زیادہ نیک ہیں۔ درندوں کے بھٹے اور سانپوں کے جنگلوں میں امن و راحت ملیگی، مگر اب انسانوں کی بستیاں اور اولادِ آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی ہو گئی ہیں۔ کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھکر تھا، اگر سب سے بُرا اور سب سے کمتر ہو جائے تو جسطرح اس سے زیادہ کوئی اور نیک نہ تھا، ویسا ہی اس سے بڑھ کر اور کوئی بُرا بھی نہیں ہو سکتا؛۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم　　ہم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی ترکیب اور اعلیٰ ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا لیکن پھر دوسری طرف بہیمی خواہشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا لائے

اجر غیر ممنون۔ (۹۵-۶) ہاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ وعادل اختیار کئے سوا ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔ کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے زندگی نکلیں گے شیر خونخوار ہے، مگر غیروں کیلئے۔ سانپ زہریلا ہے، مگر دوسروں کے لئے۔ چیتا درندہ ہے، مگر اپنے سے کمتر جانوروں کیلئے۔ لیکن انسان، دنیا کا اعلیٰ ترین مخلوق، خود اپنے ہی ہمجنسوں کا خون بہاتا اور اپنے ہی ابنائے نوع کیلئے درندہ و خونخوار ہے او علی ذالک قول بعض شعراء هذا العصر:-

ولقد رایت الاسد احسن خلقة من جنس هذا الظالم المتمرد

الناس تقتل کل یوم بعضها؟ والاسد تقتل غیرها اذ تعتدی

انسان ہی ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپنی قوتوں کو امن و سلامتی کا وسیلہ بنائے اور انسان ہی ہے جو سانپ کے زہر اور بھیڑیے کے پنجے سے بھی زیادہ خونخوار ہے اگر راہ امن و سلامتی کو چھوڑ کر بہیمیت اور خونخواری پر اتر آئے:-

انا هدینٰه السبیل اما شاکرا واما کفورا۔ (۷۶-۳) ہم نے انسان کو راہ عمل و ترقی دکھلا دی ہے، پھر یا تو ہماری ہدایت پر عمل کرنے والے ہیں یا انکار کرنے والے۔

الم نجعل له عینین، ولسانا وشفتین، وهدینٰه النجدین؟ (۹۰-۹) پھر کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ نہیں دیے؟ بیشک دئے اور خیر و شر کی دونوں راہیں اسے دکھلا دیں۔

یہی انسانیت اعلیٰ اور ملکوتیت عظمیٰ ہے جسکی تقویم و تکمیل کے لئے دین الٰہی اور شریعت فطری کا ظہور ہوا۔ اور یہی پیغام امن، رہنمائے صلح و صلاح، اور وسیلۂ فوز و فلاح ہے جسکا دوسرا نام "اسلام" ہے۔ یعنی جنگ کی جگہ صلح، خون و ہلاکت کی جگہ عمران و حیات اور بربادی و خرابی کی جگہ سلامتی و امنیت ہے، وہ بتلاتا ہے کہ اگر انسان اپنی قوۃ ملکوتی اور فطرت صالحہ سے کام نہ لے، تو وہ بڑے ہی گھاٹے ٹوٹے میں ہے:-

والعصر، ان الانسان لفی خسر، الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر۔ (۱۰۳ - ۳)

زمانہ اور اسکے حوادث گواہی دیتے ہیں کہ انسان بڑے ہی گھاٹے ٹوٹے میں ہے، مگر وہ لوگ کہ اللہ پر ایمان لائے، اعمالِ صالحہ اختیار کئے، اور حق اور صبر کی باہم گر وصیت کی!

پھر اس سے بڑھکر خسران و نقصان کیا ہوگا جس میں آج دنیا مبتلا ہے؟ وہ دنیا جس نے قوتوں کی صیقل کی، جسنے فطرۃ کے قوانین مستورہ کو بے نقاب کیا، جسنے عقل اور ادراک کے خزانے کھلوا دیے، جسنے ارتقائے فکر و علوئے مدرکہ سے دنیا کو علم کا گھر اور دریافت اور تحقیقوں کی مملکت بنا دیا، جو علم و مدنیت کے انتہائے عروج سے متوالی ہو گئی، جو قوتوں کے حصول کے نشے سے بدمست ہو کر مغرورانہ جھومنے لگی، جسنے کہا کہ انسان کے سوا کچھ نہیں، اور جس نے اعلان کیا کہ مادہ کے اوپر کوئی نہیں۔ کیا آج اسکا یہ علم اعلیٰ، یہ مدنیت عظمیٰ، یہ ایجادوں کا ڈھیر، یہ مخترعات کا انبار، یہ بیشمار کتابوں کی جلدیں اور یہ لاتعد و لاتحصیٰ دماغوں کے افکارِ عالیہ و مدنیہ، ایک لمحہ، ایک دقیقہ کیلئے بھی اس ہولناک بربادی، اس خوفناک تصادم، اس وحشت انگیز خونخواری، اس خون کا سمندر بہانے والی، اور لاشوں کے جنگلوں کو بھر دینے والی جنگ کو روک سکتے ہیں، اور نوعِ انسانی کو عالمگیر نقصان و ہلاکت سے بچا سکتے ہیں؟ کیا قانون کشش ثقل جسپر نئے علم کو ناز ہے، اس سے بچا لیگا؟ کیا قوت برقی کا کشف اسے روک دیگا؟ کیا بھاپ اور اسٹیم کی ایجاد کچھ سفارش کرسکیگی اور انسان کو غمگینی سے بچا لیگی؟ آہ! یہ ایجاداتِ محیرہ، یہ مخترعاتِ مدہشہ، یہ محدثاتِ منورہ، جسپر مدنیت کو ناز اور علمِ انسانی کو غرہ ہے، امن و سلامتی کی جگہ خود ہی ہلاکت اور بربادی کا وسیلہ، اور خون اور آگ کی افزائش و تضاعف کا ذریعہ ہیں۔ اگر پہلے دنیا کیلئے صرف کمان کا تیر اور تلوار کی دھار تھی، تو آج تمدن کی بدولت ایک ایک سکینڈ

میں کئی کئی مرتبہ چھوٹنے والے ہلاکت بار گولے، اور لمحوں اور منٹوں کے اندر شہروں اور قلعوں کو مسمار کر دینے والے آہن پوش جہاز ہیں۔ پھر اے علم و مدنیۃ کا شیطان کیا تو اسلیئے آیا تھا کہ خدا کی آبادی کی ویرانی کو دوگنا اور اسکی ہلاکت کے آلات کو زیادہ مہلک اور لا علاج بنا دے؟ اور اے انسان کی غفلت اور اے اولادِ آدم کی نادانی! تو کب تک خدا سے لڑے گی، اور کب تک اسکی زمین کے امن و راحت کو روکیگی؟ حالانکہ تمدن اور علم تجھے قوی بنا سکتا ہے پر نیک نہیں بنا سکتا:۔

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا، لا تنفذون الا بسلطٰن (۵۵: ۲۷)

اے مجمع جن و انس! اگر تمھاری طاقت میں ہے کہ زمین و آسمان کے مدبرات و ملکوت کے اندر سے اپنی راہ پیدا کر کے آگے کو نکل جاؤ، تو ترقی کی اس انتہا کیلیئے بھی کوشش کر دیکھو، مگر بغیر سلطانِ الٰہی کے کچھ نہ کر سکو گے اور یاد رکھو کہ وہ قوت تمھارے بس میں نہیں ہے۔

رستخیز تصادم!

اور دیکھو یہ کیسی آگ ہے جو بھڑک اُٹھی ہے اور کس طرح تمدن کی حسین و جمیل آبادیاں آگ اور دُھویں کی ہولناکی کے اندر ویران ہو رہی ہیں:۔

یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فلا تنتصران (۵۵: ۳۵)

تم پر آگ کا دُھواں اور اس کی لپٹ چھا جائیگی، اور تمھارے پاس کوئی انسانی قوت ایسی نہیں کہ اسکے ذریعہ اس ہلاکت کو دفع کر سکو۔

یہ دُنیا کی مغرور و فتح مند طاقتوں کی ٹکر ہے، اور اتنی بڑی انسانی درندوں کی لڑائی جتنے بڑے خونخوار سباع و بہائم آج تک کرۂ ارضی پر پیدا نہیں ہوئے۔ دنیا نے ٹیٹس کے قصے سُنے ہیں جسنے یروشلیم کو تباہ کر دیا، دُنیا نے بخت نصر کو دیکھا ہے جو بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے بابل لیگیا، دنیا میں ایرانیوں کے قہر و استیلا کے

افسانے سُنے گئے ہیں، جنھوں نے بابل کو مسمار کر دیا تھا، اور رومیوں کے عہد تسلط و عروج کے ایسے بہت سے فاتح خونریزوں کی روایتیں محفوظ رکھی گئی ہیں، جنھوں نے خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوقوں کو بہت ستایا اور اس کی زمین پر بہت فساد کیا۔

وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکٰبر مجرمیھا لیمکروا فیھا (۶ع۱۴)

اور اسی طرح ہم نے ہر آبادی میں اسکے بڑے بڑے سرکش گنہ گار پیدا کئے تاکہ وہ فتنہ و فساد پھیلائیں

لیکن خون بہانے کی ایسی شیطانی قوتیں، آگ برسانے کے ایسے جہنمی آلے، اور موت و ہلاکت پھیلانے کی ایسی اشد شدید ابلیسیت تو کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ زمین کی پشت پر ہمیشہ درندوں نے بھٹ بنائے اور اژدہوں نے پھنکاریں ماریں، مگر نہ تو ایسی درندگی آج تک کسی میں تھی جیسی موجودہ متمدن اقوام کی قوتوں کو حاصل ہے، اور نہ اب تک ایسا سانپ اور اژدہا پیدا ہوا، جیسے کہ ان لڑنے والوں میں سے ہر فریق کے پاس ڈسنے، نگلنے، اور چیرنے پھاڑنے کیلئے عجیب عجیب ہتھیار جمع ہیں۔ پھر اس اژدہے کو دیکھو جو جنوب سے منہ کھولے بڑھ رہا ہے، اس ہاتھی کو دیکھو جسکی مستک غرور طاقت سے جھوم رہی ہے سنسمہ علی الخرطوم۔ اور جسکے دانت ہلاکت کے دو نیزوں کی طرح نکلے ہوئے ہیں، اس بھیڑیے کو دیکھو جو مشرقی یورپ کے بھٹ سے چیختا ہوا اٹھا ہے، اور اس خوفناک چیتے کو دیکھو جو لامارک اور روسو کی سرزمین میں خون اور گوشت کیلئے بلا رہا ہے! یہ کیسے عجیب ہیں؟ یہ کیسے خوفناک آلات سے مسلح ہیں؟ ان سب کا باہم ایک دوسرے پر گرنا اور چیرنا پھاڑنا کرۂ ارضی کا کیسا ہولناک بھونچال ہو گا؟ ایسا بھونچال جو کبھی نہیں آیا، ایسا طوفان جو کبھی بھی نہیں اُٹھا، ایسی آتش فشانی جو کبھی بھی نہ ہوئی، اور خداوند کا ایسا غصہ جو اب تک کبھی بھی زمین پر نہ ہوا۔

یوم ترجف الراجفۃ، تتبعھا الرادفۃ، قلوب یومئذ واجفۃ، ابصارھا خاشعۃ، یقولون ءانا لمردودون فی الحافرۃ، ءاذا کنا عظاماً نخرۃ؟ (۹ ۔ ۱۰)

وہ ہولناک دن کہ جب زمین کانپ اٹھیگی، جب ایک بھونچال کے بعد دوسرا بھونچال آئیگا جب انسان کے دل دھڑک اٹھینگے، اور جب اٹھی ہوئی نظریں جھک جائینگی، اور وہ کہینگے کہ کیا ہم (دنیا میں اسقدر ترقی کرکے اور آگے بڑھکے) پھر (وحشت و خرابی کی طرف) لوٹائے جائینگے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں جب گل سڑکر کھوکھلی ہڈیاں ہو جائینگے؟ (یقین کرو کہ ایسا ہی ہونے والا ہے)

الآیۃ الکبریٰ

اور دیکھو کہ قدرت الٰہی کی یہ کیسی ہولناک نشانی ہے جو ایام اللہیہ کی گذشتہ نشانیوں کو یاد دلاتی ہوئی، غفلت کی دنیا اور غرور انسانی کی بستی پر بجلی کی طرح چمکی ہے۔ اور رب الافواج کہتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ کے جلال صولت اور جبروت انتقام کو نمایاں کرونگا یہ اسکے آواز کی ایسی گرج اور اسکے دست جلال کا ایسا معذب وار ہے جو ہزاروں برسوں کے عصیان و تمرد کے بعد ظاہر ہوتا ہے، اور اس بجلی کے مانند جو سرسبز کھیتوں پر گرتی، اور اس طوفان کی طرح جو یکایک زمین پر چڑھتا اپنا کام پورا کردیتا ہے۔ یہ اسکا قانون ہے جو ہمیشہ سے ہے اور کبھی اسمیں تغیر نہیں ہوسکتا۔ اس قانون انتقام و تبدل نے آبادیاں بدلیں، بستیاں اجاڑیں، عمارتیں منہدم کیں، قوموں کو ہلاک، مملکتوں کو ویران، اور بسے بسائے شہروں کو نابود اور نئی آبادیوں سے اپنی زمین کو معمور کردیا!

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ فحاسبنا ھا حساباً شدیداً

اور کتنی ہی آبادیاں تھیں جنھوں نے اپنے پروردگار اور اسکے رسولوں کی صداقتوں سے سرتابی کی اور عصیان

وعذبناھا عذابا نکرا (۶-۱۰) وطغیان پر اتر آئے۔ تب ہم نے بڑی ہی سختی کے
کے ساتھ انکے کاموں کا حساب لیا اور بڑے ہی سخت عذاب میں گرفتار کیا۔

اور وہی قانون ہے جسکے اندر سے خدا کا دستِ قہار پھر چمکا ہے اور وہ اپنی زمین کے موجودہ مالکوں سے انکے کاموں کا حساب لینا چاہتا ہے جیسا کہ پچھلوں سے لیا گیا!

الم نھلک الاولین، ثم کیا ہم نے طغیان وعصیان کی پاداش میں اگلی قوموں کو ہلاک
نتبعھم الاخرین، کذالک نہیں کیا؟ بس اسی طرح ہم پچھلی قوموں کو بھی انکی مانند عذاب میں
نفعل بالمجرمین، ویل مبتلا کرینگے۔ یہ ہمارا قانون ہے کہ اپنے مجرموں کے ساتھ ایسا
یومئذ للمکذبین! (۷-۸) ہی کیا کرتے ہیں، پس اس دن اللہ کی سچائی کے جھٹلانے والوں پر افسوس!

متمدن قوموں کا غرور انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے، طاقتوں اور عجیب عجیب ترقیوں نے انھیں متوالا کر دیا ہے۔ انکو حسب سنن الٰہیہ زمین کی حفاظت کا منصب دیا گیا، لیکن انھوں نے قوت پا کر جنگ و فساد کی راہ اختیار کی، اور طغیان وعصیان سے ارضِ الٰہی کو بھر دیا۔ حتی انت الارض من جور الظالمین، واستغاثت السماء من طغیان الکافرین، وسمع رب العزۃ انین المظلومین وبکاء الباکین:۔ وَاَوحیٰ اِلَیھِم رَبُّھُم لَنُھلِکَنَّ الظّٰلِمِینَ۔

پس ضرور تھا کہ غرور وطغیان کیلئے کوئی حد ہوتی۔ عجب نہیں کہ مہلت ختم ہو گئی ہو، اور کچھ اچنبھا نہیں اگر ارضِ الٰہی کے امن کیلئے، بندگانِ خدا کی راحت کے لئے اور کمزوروں کو سکھ کی نیند سلانے کے لئے اُن کا خون اُنہی کے ہاتھوں بہایا جائے جنھوں نے دوسروں کا خون اپنے ہاتھوں بہایا، اور اس طرح عدالت الٰہی اُن قوتوں کا حساب لے جو صدیوں سے تمام دنیا کے اعمال کا حساب لے رہے ہیں:۔

ترید ان نمن علی الذین استضعفوا ہم نے ارادہ کیا کہ جو لوگ کمزور وضعیف کئے گئے
فی الارض ونجعلھم ائمۃ و اُن پر احسان کریں۔ انہی کو سرداری اور پیشوائی

نجعلھم الوارثین (۲۸-۶) بخشیں اور انہی ناتوانوں کو طاقتور انسانوں کی وارث بنائیں

یہ دُنیا کا غرور طاقت ہے جو اب رنگ لایا ہے، یہ قوت، اور سیادت ارضی کی وہ غذا ہے جو اس نے بڑی ہی حرص و طمع سے کھائی پر ہضم نہ ہو سکی، اور اب اسی کا فساد اسکی تندرستی کیلئے مہلک ثابت ہوا ہے:۔

فذاقت وبال امرھا وکان عاقبۃ امرھا خسرا (۶۵-۲۶) بالآخر انکے اعمال کا وبال انکے آگے آیا اور وہ گو طاقت اور عظمت میں بہت بڑھ چکے تھے لیکن انجام کار گھاٹا ہی گھاٹا ہوا۔

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِم

یورپ کا تمدن، اسکی طاقت، اُس کا جنگی اقتدار، اسکے عجیب عجیب اسلحہ، اور برباد کن ہولناکیاں، اسکے مہیب جہاز، اور کئی کروڑ تک پہنچ جانے والی متحدہ فوج، ایسی قاہر و جابر تھی کہ انکی تنبیہ کے لئے خود انہی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ انھوں نے اپنے سوا ہر قوت کو پامال کیا، اور اپنے سوا اور کچھ رہنے نہ دیا، پس کون تھا جو انکے مقابلے میں نکلتا اور دنیا میں کس کا ہاتھ اتنا قوی تھا جو انکے آہنی پنجوں پر پڑتا؟ وہ کہ سب سے بڑے ہو گئے تھے، انکے لیے وہ لوگ کیا کام دیسکتے تھے، جو آج سب سے چھوٹے ہو گئے ہیں؟ انکے جہازوں کے مقابلہ کیلئے انکے جہازوں سے بڑھ کر جہاز چاہیے تھے، مگر وہ کہاں بنتے؟ انکی توپوں کیلئے انکی توپوں سے زیادہ ہلاکت بار توپیں درکار تھیں، مگر وہ کہاں ڈھلتیں؟

پس جب زمین پر اُن سے بڑھکر اور کوئی نہ تھا جسکے اندر سے خدا کا ہاتھ ظاہر ہوتا تو دیکھو کہ حکمت الٰہی نے کس طرح خود انہی کو انپر مسلط کر دیا، اور اسکی یہ تدبیر کی کہ باہمی جنگ و قتال میں مبتلا ہو گئے۔ اب ان کا ہولناک تمدن جسکو ایک ہزار سال کے اندر انھوں نے تیار کیا تھا، انہی کی تخریب میں کام آیا، اور انکی ہر ترقی اور

ہر پٹائی خود انہی کے لئے وسیلۂ تعذیب ہوگئی۔ اگر انکی توپوں سے بڑھکر دوسروں کے پاس توپیں نہ تھیں، تو اُنہی کی توپوں کے گولے اُنکے لئے اُڑنے لگے۔ اگر ان سے بڑھکر جنگی جہاز دوسروں کے پاس نہ تھے، تو وہی جہاز انکے مقابلے کیلئے سمندر میں تیرنے لگے۔ ہر پتھر جو اُنھوں نے اُٹھایا، خود اُنہی کے لئے اُڑا، اور ہر آلہ جو انھوں نے تیار نہیں کیا وہ انھیں کیلئے متحرک ہوا۔ اُنھوں نے بڑا اساماں کیا تھا مگر خدا کا سامان سب سے بڑا ہے:۔

انھم یکیدون کیدا و اکید کیدا ۔ یہ لوگ اپنا داؤ کر رہے تھے اور ہم اپنا داؤ کھیل رہے ہیں، پس منکروں کو مہلت لینے دو،

فمھل الکافرین امھلھم رویدا ۔ زیادہ نہیں۔ تھوڑی سی۔

(۸۶-۱۲)

یہ کون ہیں؟

یہ کون ہیں جو آپس میں خون اور ہلاکت کرنے کیلئے دوڑتے ہیں؟ یہ وہ ہیں جنھیں امن کے شہزادہ نے انکے اولین ظہور کے وقت وعظ سُنایا تھا، جبکہ وہ گلیل اور یہودیہ اور بیرون پہاڑ کی بھیڑ کو دیکھکر کوہِ زیتون پر چڑھ گیا، اور اُس نے اپنے شاگردوں کیلئے تعلیم دی کہ:۔

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، کیونکہ وہ آسودہ ہونگے، مبارک ہیں وہ جو دل کے حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کو ورثہ میں پائینگے، مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ انپر رحم کیا جائیگا، مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں، کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے" (متی ۵-۲۱)

پس یہ غریب ہیں، حلیم ہیں، رحمدل ہیں، زمین پر صلح اور امن کرانے کے لئے خداوند کے بیٹے ہیں، کیونکہ انھیں کہا گیا تھا:۔

تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ خون نہ کرنا، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصّے ہوگا وہ سزا کے لائق ہوگا (متی ۵ - ۱۲) تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا (۵ - ۲۳) تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنے پڑوسی کو پیار کرو، اور اپنے دشمن سے عداوت رکھ، پر میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور اپنے ستانے والوں کیلئے دعا مانگو، تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو" (۵ - ۴۴)

پس یہ ہے اس مقدس تعلیم کا آخری ظہور جو دنیا کے سامنے ہے، اور یہ ہے وہ پاک امانت جو شہزادۂ امن نے اپنی نسل کو دی، تاکہ وہ آسمانی باپ کے بیٹے کہلائیں۔ ان کو غربت کا، حلم کا، تحمل کا، صلح و امنیت کا پیغام دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہودیوں کو خون کرنے سے روکا گیا مگر ایک مسیحی اپنے بھائی پر غصہ بھی نہیں کریگا؛ وہ شریر کے مقابلہ سے بچیگا۔ اور دشمن تک کو پیار کریگا۔ مگر آج "مسیح" دنیا میں نہیں ہے جو دیکھے کہ خداوند کے بیٹے کہلانے والے کس طرح خداوند کی زمین کی سب سے بڑی خونریزی کیلئے اٹھے ہیں، اور خون بہانے کے ایسے ایسے ہتھیار انکے کاندھوں پر ہیں، جو زمین نے آجتک نہ دیکھے تھے۔

آہ، آج انکا وہ حال ہوگیا ہے جسکی زبور میں خبر دی گئی، جسکے لئے یشعیاہ نبی نے نبوت کی، جسپر یرمیاہ نبی نے نوحہ پڑھا، جسپر حزقی ایل نے ماتم کیا، اور جسکے لئے ملاکی نبی نے آخری آنسو بہائے۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے لئے اس سے زیادہ نہ تھا جتنا آج خود انکے لئے ہو سکتا ہے، جو یہودیوں کو اس حالت سے چھوڑانے آئے تھے

"کوئی راستباز نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ کوئی خدا کا طالب نہیں۔ ایک بھی نہیں، سب گمراہ ہیں۔ سب بیکار ہو گئے۔ کوئی بھلائی کرنے والا نہیں۔ ایک بھی نہیں"

ان کا گلا کھلی ہوئی قبر ہے۔ انکے ہونٹوں میں سانپوں کا زہر ہے۔ ان کا منہ لعنت اور کڑواہٹ سے بھرا ہوا ہے۔ انکے قدم خون بہانے کے لئے تیز ہیں۔ انکی راہوں میں تباہی اور بدحالی ہے۔ وہ سلامتی اور امن کی راہوں سے واقف نہ ہوئے ان کی آنکھوں میں خدا کا خوف نہیں" (زبور ۱۴-۱- یشعیاہ ۵۹-۷)

تاریخ ہند میں انگلستان کی بحری حملہ کا اقدام

عجیب و غریب ایڈن

ہے ایک خلق کا خوں اشک خونفشاں پہ میرے
سکھائی طرز اسے دامن اٹھا کے آنے کی!

فرانس کا مشہور انقلابی فیلسوف "روسو" کہتا ہے:-

"انسانی اخلاق کی پیمایش کا اصلی پیمانہ جنگ کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی پیمایش ٹھیک بھی ہوتی ہے"

یہ بالکل سچ ہے۔ کیونکہ جنگ کے زمانے میں ہمارے سامنے دوست نہیں ہوتے جنکے لئے ہمارے ملکوتی خصائل میں حرکت ہوتی ہے اور ہم فرشتوں اور قدوسیوں کی طرح نیک اور مہربان بن جاتے ہیں۔ بلکہ دشمن ہوتے ہیں جن کے تصور میں غیظ و غضب اور ہیجان و انتقام کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اور غصہ کا شیطان ہمارے تمام ملکوتی امیال و عواطف کو یکسر قتل کر ڈالتا ہے، اسوقت دنیا کے سامنے ہم بے پردہ آجاتے ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک جانچ سکتی ہے کہ ہمارے چہرہ

اخلاق کے اصلی خال و خط کیا ہیں؟

انسانیت کا اصلی مقام یہی ہے۔ دوستوں کے ساتھ جنگل کے درندے بھی انصاف کر سکتے ہیں، لیکن دشمنوں کے ساتھ صرف انسانیت ہی عدل کرتی ہے۔ اگر ہمارا انصاف صرف اپنے دوستوں کیلئے ہے تو ہم اُس کتّے سے کچھ بھی افضل نہیں ہیں، جو روٹی کا ٹکڑا پھینکنے والے انسان کے قدموں پر لوٹتا مگر بلی پر ہمیشہ حملہ کرتا ہے۔ اسی لئے مسیح نے کہا "اگر تم اپنے پیار کرنے والوں سے پیار کرتے ہو تو تمھارے لئے کیا اجر"

اگرچہ بدقسمتی سے دنیا کا حال ہمیشہ اس تعلیم سے مختلف رہا ہے اور تاریخ اور مشاہدہ بتلاتا ہے کہ انسان نے اخلاق کی تمام حقیقتوں کو ہمیشہ دوستوں ہی کیلئے تسلیم کیا ہے نہ کہ سب کے لئے۔ تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے راستباز انسان بھی رہے ہیں جنھوں نے تلواروں کے نیچے اپنے اخلاق و عدالت کا ثبوت دیا ہے، اور اپنے قاتلوں اور حریفوں کی خوبیوں کا دوستوں سے بڑھ کر خیر مقدم کیا ہے۔ کتنے واقعات تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں جن میں ایک شجاع انسان نے اپنے دشمن کی شجاعت کی داد دی اور اسکی گری ہوئی تلوار خود اٹھا کر اسکے کمر میں باندھ دی۔ عرب جاہلیت میں اُس شخص سے بڑھکر اور کوئی کمینہ اور سفیہ نہیں سمجھا جاتا تھا جو اپنے دشمن کی شجاعت اور مردانگی کے داد دینے میں بخیل ہو، جانفروشانِ اسلام نے اس بارے میں اپنے سخت سے سخت دشمنوں کے ساتھ جیسا انصاف کیا ہے اگر صرف ایک عہد ہی کے واقعات جمع کئے جائیں تو مستقل مقالات مرتب ہو جائیں۔ ہندوستان میں راجپوتوں کی تاریخی شجاعت و مردانگی کے ساتھ ان کا یہ اخلاقی وصف بھی ہر عہد میں اس درجہ نمایاں رہا ہے کہ آج سرزمینِ ہند کے ایک ایک ذرے کو اس پر ناز ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں فرانس اور جرمنی وغیرہ کے نائٹس اپنے حریفوں

کی شجاعت کی داد اس جوش و اعتراف کے ساتھ دیتے تھے کہ ان کا عزیز سے عزیز تر رفیق بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتا تھا!

یہ دُنیا کے اُس عہد کے واقعات ہیں جسکا شمار تاریخ نے گذری ہوئی وحشت و تاریکی میں کیا ہے اور جبکہ علم و تمدن کی اس روشنی سے انسان محروم تھا جسکا پورا آفتاب آج ہر متمدن انسان کے دماغ میں درخشاں ہے۔ لیکن اب کہ دنیا آگے بڑھ گئی ہے، اور جبکہ علم و تمدن نے انسان کو اسکے انتہائی مراتب کمال تک پہنچا دیا ہے تو اسکا کیا حال ہے؟

ہم سردست اسکا جواب نہیں دینگے۔ کیونکہ عالمگیر جنگ نے اس امتحانگاہ کا میدان ہر حصۂ عالم میں گرم کر دیا ہے، اور دُنیا کی تمام بڑی سے بڑی اور متمدن سے متمدن قومیں جنگ کے بھڑکائے ہوئے شعلوں کی روشنی میں اپنے اپنے چہرۂ اخلاق و خصائل کو نمایاں کر رہی ہیں، پس کلیات کے استخراج کیلئے ہمیں انتظار کرنا چاہئے تاکہ جزئیات کا کافی ذخیرہ جمع ہو جائے۔ تاہم ہم خود کوشش کرینگے کہ اس اخلاقی حقیقت کو نہ بھولیں، اور اسے سامنے رکھکر اپنے سب سے زیادہ بُری دشمن کے ساتھ انصاف کریں۔

جرمنی فرانس میں لڑ رہا ہے۔ اسٹریا ایڈریاٹک کے کنارے دشمن سے سرگرم پیکار ہے۔ روس گلیشیا کے اندر ایک ایک لاکھ انسانوں کو مچھلیوں کی طرح ایک ہی مرتبہ جال میں مقید کر رہا ہے، مگر یہ سب ہم سے اسقدر دور ہیں کہ ہم انھیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے، اور جو آنکھیں ہمیں دیکھنے کے لئے دی گئی ہیں افسوس کہ وہ روشن نہیں ہیں۔ البتہ حسن اتفاق سے دشمن کا ایک چہرہ خود بخود ہمارے سامنے آگیا ہے اور ہم اسقدر قریب ہیں کہ ہم اپنے گھر کی چھت پر سے اس کے ایک ایک خال و خط کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب "ایمڈن" ہے جو ناگہاں

ہندوستان کے سمندروں میں پہنچا اور ساحل کے بڑے بڑے شہروں کے سامنے نمودار ہوا۔ اب ہمکو تیس ہزار میل کے فاصلے سے دیکھنے کی چنداں احتیاج نہ رہی کیونکہ جسکو دیکھنا چاہتے تھے، وہ تمام درمیانی مسافت طے کرکے خود ہی ہمارے پاس آگیا ہے، پس اب ہم دیکھینگے، اور خواہ وہ کوئی ہو اور کچھ ہی کر رہا ہو، لیکن اسکے ساتھ انصاف کرینگے۔

تاریخ ہمیں یاد رکھیگی اور اس سے بڑھکر اور کوئی ناکامی ہمارے لئے نہیں ہوسکتی کہ ہمیں شریف منصف کی جگہ متعصب، تنگ دل، اور سفیہ انصاف کش کے لقب سے یاد کیا جائے۔

ہاں، یہ سچ ہے کہ ایمڈن ہماری جانب دوستوں کی طرح نہیں بلکہ دشمنی کیلئے آیا۔ اسنے جہاز ڈبو دیے، گولہ باری کی، جان اور مال دونوں کا نقصان پہنچایا۔ تاہم اخلاقی حقائق دوستی و دشمنی کی سطح سے بلند تر ہیں، اور سچائی اور انصاف صرف دوستوں ہی کا حق نہیں ہے۔ اس نے دشمنی کرتے ہوئے بھی اپنی شرافت کی بہت سی یادگاریں ہمارے لئے چھوڑی ہیں اور جنگ کے عفریت کے استیلا سے ہمیں بالکل پاگل نہو جانا چاہئے۔ اس نے سمندر کی موجوں کے اندر ہماری جانوں کو باوجود قدرت کے ہلاک نہیں کیا۔ ہم کم سے کم اتنا تو کریں کہ کاغذ کے صفحوں پر اسکے حق اخلاقی کو ہلاک نہ کریں اور جسطرح اس نے اپنے تئیں یاد رکھے جانے کے لئے چھوڑ دیا ہے، ہم بھی اپنے انصاف کو یادگار چھوڑیں!

اوّلیں بحری حملہ

سب سے پہلے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اس شخص کی جانفروشی اور شجاعت کا اعتراف کریں جس نے اس مہلک دلیری کے ساتھ

اپنے تئیں ہندوستان کے سمندروں میں ڈالدیا ہے، حالانکہ ان کا کوئی گوشہ اسکا دوست نہیں ہے۔ وہ ایک وسیع مملکت ہے جسکے تمام ساحلی شہر باقاعدہ آبادی رکھتے ہیں، اور اسکی حکومت کا رعب داب کوئی چھپا ہوا راز نہیں ہے۔ ایک ایسے ملک میں تن تنہا اپنی چند توپوں اور گولوں کو لیکر داخل ہو جانا اور چھپنے کی جگہ ہر موقعہ پر جاہرانہ نمایش کرنا، انسانی دلیری اور اولوالعزمی کا ایک ایسا یادگار واقعہ ہے، جو گو ہمارے دشمن ہی سے ہوا ہو مگر ہم ایسے انصاف کش نہیں ہو سکتے کہ اسکی عظمت سے انکار کریں۔

اسٹیٹسمین لکھتا ہے کہ انسانوں کے بچانے اور انکے ساتھ بہتر سلوک کرنے میں ایمڈن نے جو شرافت برتی ہے، وہ ایسی ہے کہ اگر جنگ کا زمانہ نہوتا تو ہم اسکے لئے دعا کر سکتے تھے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان پر دریا کی جانب سے اولین حریفانہ اقدام کیلئے تن تنہا بڑھکر جو یادگار اثر ایمڈن نے دنیا پر ڈالا، وہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر جنگ کا عہد نہوتا تو ہم سب اسکی اولوالعزمی کی تعریف میں ترانہ سنج کرتے!

ہندوستان کی جغرافیائی شکل اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اسکے تینوں جانب سمندر ہے اور صرف ایک جانب یعنی جانب شمال پہاڑوں کے درے اور چند کوہستانی راستے ہیں جنھوں نے ہندوستان کو ایران، وسط ایشیا، تبت، اور چین و کاشغر تک سے ملا دیا ہے۔

دنیا کا پچھلا دور بحری نہ تھا۔ فوجی قوتیں صرف زمین کی سطح تک محدود تھیں اسلئے ہندوستان کے بحری ساحل حملہ آوروں کی طرف سے ہمیشہ محفوظ رہے اور سکندر اعظم کے بعد سے احمد شاہ ابدالی تک جسقدر حملے ہوئے، سب کے سب اسی شمالی دروازے سے ہوئے۔ ڈچ اور فرانسیسی، اور آخر میں انگریزی جہاز اگرچہ دریا کے

راستے آئے، لیکن وہ فوجی حملہ نہ تھا بلکہ تاجروں اور سیاحوں کا ورود تھا۔ اگرچہ بالآخر فوجی استیلا پر اسکا خاتمہ ہوا۔

پس تاریخ ہند میں وہ چند گولے جو خلیج بنگال اور ساحل مدراس پر پھینکے گئے، اس لحاظ سے نہایت ہی عجیب وغریب ہیں کہ انمیں بحری حملہ کا ایک ایسا اقدام پایا جاتا ہے جو برّ اعظم ہند میں کبھی بھی نہیں ہوا۔ مدراس کے ۲۵ گولوں نے "اولیں بحری حملے" کی جگہ اپنے لئے تاریخ کے اوراق میں نکال لی ہے!

گذشتہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمڈن جرمنی کے مشرقی بیڑہ کا کروزر ہے اور چین میں تھا۔ گذشتہ ۱۷ ستمبر کو اسکے ڈوبنے کی بھی خبر دی گئی تھی۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں کہ اس عجیب وغریب بحری اقدام کا خط سفر متعین کر سکیں۔

فرض کیجئے کہ وہ بحر پاسفک کے لق ودق صحرائے آبی میں گم ہوگیا تھا، اور اب وہ ہندوستان کی طرف قدم زن ہوا ہے۔ اس صورت میں وہ غالباً جزائر "فلپائن" سے ہوتے ہوئے جنوبی بحر چین میں آیا ہوگا، اور کوچین وغیرہ قریبی چینی ساحل کے محاذ سے گذر کر خلیج سیام کے دہانے پر پہنچا ہوگا۔ اب اسکے سامنے مشرقی ہند کے جزائر ہونگے جن میں بڑا شہر سینگاپور ہے۔ اور دہنی جانب ڈچ مقبوضات وغیرہ ہونگے۔ وہ حسب ضرورت ان مقامات پر ٹھہرا ہوگا اور اگر کوئلہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی ہوگی تو کسی بندرگاہ سے لیا ہوگا۔ پھر وہ آگے بڑھا، اور سینگاپور سے اس بحری شاخ میں داخل ہوا جسکی ایک جانب پینانگ، اور دوسری جانب سماٹرا ہے۔ اور اس سے نکلتے ہی بحر ہند میں نمودار ہوگیا۔

اب اسکی دہنی جانب رنگون و برما، اور نقشہ ہند کا وہ مشرقی حصہ تھا، جو قینچی کی دو شاخوں کی طرح دونوں جانب چلا گیا ہے اور درمیان کا خلا خلیج بنگال ہے

اگر وہ بائیں جانب جاتا تو مدراس سے شمال تر کولمبو تھا، مگر وہ کلکتہ کی طرف بڑھا اور معاً اپنی توپوں کا دہانہ کھول کر ہر سامنے آجانے والے جہاز کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ حتی کہ دہانۂ دریائے ہوگلی کے سامنے پہنچ گیا، جسکے معنی ٹھیک کلکتہ میں آجانے کے تھے۔ کیونکہ بحری پولیس، خبر رسانی، رہنمائی اور فوجی جہازوں کی قطاریں ہمیشہ وہاں موجود رہتی ہیں۔

اسکے بعد وہ رنگون کی طرف روانہ ہوا مگر راہ میں ارادہ بدل دیا اور بائیں جانب مدراس چلا گیا۔ وہاں گولہ باری کی اور پھر کولمبو کو بائیں چھوڑتے ہوئے پانڈیچری کے سامنے نمودار ہوا۔

یہ معلوم نہیں کہ اگر وہ پاسفک میں تھا تو اسکے کس حصے میں اسکا حیات بعد الممات ہوا؟ اسلئے مقدار مسافت کا یقین مشکل ہے۔ تاہم فلی پائن سے شمار کیا جا سکتا ہے۔ منیلا سے پینانگ تک ۱۷۰۰ میل ہے۔ پینانگ سے پوری (جہاں کے جگناتھ مندر کے منارے گرفتاران ایمڈن نے دیکھے تھے) ٹھیک ۱۰۰۰ میل ہے۔ پس فیلی پائن سے وسط خلیج بنگال تک دو ہزار سات سو میل کی بحری مسافت اس بحری حملہ میں طے کی گئی۔ جزائر شرقیہ سے اندرون بحر چین تک کی مسافت اسکے علاوہ ہے۔

اب غور کیجیے کہ ان ترتیبات سے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

(۱) چین میں جاپانی قوت بحری دنیا کی ایک بہت بڑی مسلمہ قوت ہے۔ کیاؤچاؤ کے بعد ہی برٹش چائنا کے مقبوضات اور بندر ہینگ کانگ ہے۔ تاہم ایمڈن محفوظ رہا۔

(۲) تاریخ ہند میں بحری حملے کے نظائر ناپید ہیں۔ مگر ایمڈن نے سب سے پہلے اسکے بحری خطوط کی طرف حملہ آورانہ توجہ کی حالانکہ (حسب تصریحات رسمیہ) وہ تنہا

ہے۔ تیسرے درجہ کا کروزر ہے۔ محض ۱+۴ کی توپیں رکھتا ہے، اور ہندوستان کے استحکامات صد سالہ کا غلغلہ و طنطنہ تمام عالم میں بلند ہو چکا ہے۔ تاہم اسکی دلیری کا ہیجان مصالح پر غالب آگیا!

(۳) جزائر فیلی پائن پر امریکن حکومت ہے۔ کیا وہ اسکے ساحلوں پر نمودار ہوا تھا؟

(۴) سینگا پور انگریزی حکومت میں ہے۔ ظن غالب ہے کہ وہاں ایمڈن کی خبر ملگئی ہوگی۔ لیکن مسلح کروزر خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو، ہندوستانی ساحلوں میں ہر جگہ لا علاج ہے اگرچہ بحر شمال میں نہو۔

(۵) جاوا وغیرہ ڈچ حکومت کے ماتحت ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ جرمن جہازوں کے ساتھ تسامح اور درگزر کرتے ہوں؟ وہاں کے ساحلوں سے اُسے ضروری اطلاعات بھی ملی ہونگی۔

(۶) بحر چین سے داخلی ہند صرف ڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر ہے جسے جنگی جہاز بآسانی ایک ہفتہ کے اندر طے کرلے سکتا ہے۔ اور جاپان اب تک کیا جواب قابض نہ ہو سکا۔

(۷) ایمڈن کا کپتان حیرت انگیز جرأت، و شجاعت، دلیری و جانفروشی، بیباکی و بے جگری کے علاوہ ہندوستان کے بحر و بر کے متعلق کیسی صحیح، کیسی باریک، کیسی جچی تلی، اور کیسی بے خطا معلومات رکھتا ہے؟ بے تار کی خبر رسانی کے اشٹیشنوں پر اسنے نظر رکھی۔ بحری خطوط کے ساحلوں سے ہشیار رہا۔ رنگون نہیں گیا کیونکہ وہاں خطرات تھے۔ مدراس گیا جہاں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ اپنے تمام کام ایسے لوگوں کی طرح انجام دیتا ہے جنھیں گویا ہندوستان کا تمام حال معلوم ہے۔



حدیث الجنود

دو معرکے

جو جنگ دنیا کے نصف حصے میں قتل و غارت کا سب سے بڑا دورِ ارضی تمثیل کر رہی ہے، اسکے میدانوں سے باہر بھی قوتوں کے تصادم اور طاقتوں کے کشاکش کا ایک معرکۂ تقابل و تسابق بپا ہے۔ یہ حقیقت اور تصنع کا ایک عظیم الشان مقابلہ ہے جو شاید سلطانِ حقائق اور انسانی وسائل و خدع کی سب سے بڑی اور سب سے وسیع جنگ کا فیصلہ کریگا۔ پہلی جنگ اگر اپنے رقبہ کی وسعت، اپنے سامانوں کی ہیبت، اور اپنے نتائج و اطراف کی دہشت میں، دنیا کا سب سے بڑا حادثہ ہے، تو یہ جنگ بھی حقیقت کے قہر و استیلاء، انسانی خدع و حیل کے انتہائی جد و جہد اور آلات و اسلحہ تصنع و وسائل کی نئی نئی نمائشوں کا تاریخ عالم میں سب سے بڑا واقعہ ہوگی!

پہلی جنگ کے اعلان کے ساتھ ہی اس جنگ کا بھی اعلان ہوگیا، اور جسطرح بلجیم اور پولینڈ کے میدانوں میں اُسکے میدان گرم ہوئے، ٹھیک اسی طرح اس جنگ کے معرکوں نے بھی جلد جلد اپنے نقشے بدلے۔ لیژ اور نامور کی دیواروں پر جس وقت تیس تیس من کے قلعہ پاش گولے پھینکے جا رہے تھے، اُس وقت ان گولوں سے بھی زیادہ وزنی مصنوعات نے حقیقت کی ناممکن التسخیر دیواروں کو اپنا نشانہ بنالیا تھا "قیصر" اور "زار" کے دعووں کی اس ادعاء و غرور کے آگے کچھ حقیقت نہیں ہے، جنے اس دوسرے میدانِ جنگ میں قوتِ حقائق و واقعیت کے خلاف اعلان جنگ

کیا ہے!

لیکن اس میدانِ جنگ کے حریف کی قوتیں دوسری قسم کی ہیں، اور یہ وہ تجربہ ہے جو یکساں نتائج کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ کیا جا چکا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سب سے براتجربہ ہو اور اسکی وسعت عدیم النظیر ثابت ہو تاہم نتیجہ وہی نکلیگا جو ہمیشہ نکل چکا ہے:۔ ولوکان بعضھم لبعض ظھیرا

حقیقت کی طاقت قیصر اور دول متحدہ کی طاقت سے زیادہ محکم ہے۔ اسکی دیواروں کے ڈھانے کیلیئے کوئی توپ نہیں ڈھالی جا سکتی!

بالآخر دونوں جنگوں کے حریف افگن نتائج ایک ہی وقت میں ظاہر ہوئے، اور ایک طرف انٹورپ کے مشہور عالم استحکامات کی تسخیر کا اعلان ہوا۔ دوسری طرف سے سلطان حقیقت نے بھی اپنے منتظرہ اور ناممکن التبدیل قہر و تسلط کا آخری فیصلہ کر دیا:۔ ولتعلمن نبأہٗ بعد حین۔ (۳۸-۳۸)

بیمارِ امید

انٹورپ کی تسخیر موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ ہے جنگ کے شمالی میدان کی یہ آخری امید تھی، اور چونکہ آخری تھی اسلیئے بہت عزیز و قیمتی تھی۔ مفلس کے جیب کے لیئے ایک کھوٹا سکہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے، اور دیوار جب گر جاتی ہے تو اسکی ایک قائم و ثابت اینٹ بھی بہت ہوتی ہے۔ بدنصیب بلجیم کیلیئے انٹورپ کا بقیہ اسیلف گویا ایک پوری اقلیم کا مرانی سے بھی بڑھ کر قیمتی تھا۔ لیکن افسوس کہ واقعات کی قوت اٹل ہے، اور اس آخری بیمار امید کی عمر بھی توقع سے بھی کم نکلی۔ جس مدفنِ آمال میں لیژ اور نامور کی برجیاں دفن کی جا چکی ہیں، وہاں انٹورپ کو بھی سپرد خاک کر دینا پڑا:۔

این ماتم سخت ست کہ گویند جواں مُرد!

نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین!

فریب اُمّید

کسی دوسری جگہ ہم نے سقوط انٹورپ کے تمام حالات یکجا کر دیے ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا کہ لیڈر اور ناموروں سے کہیں زیادہ ادعائی امیدوں کا انٹورپ کے گرد ہجوم تھا۔ بلجیم نے جب برسلز سے اپنا دار الحکومت منتقل کیا تو ماہرین جنگ کی نہایت طول طویل رائیں ہم تک پہنچائی گئیں، اور یقین دلایا گیا کہ یہ سب سے بڑی بلجیمی مصلحت تھی جو عمل میں لائی گئی ہے، اور جرمنی کی تمام قوتیں انٹورپ کے سامنے بیکار ثابت ہونگی۔ ڈیلی میل، مورننگ پوسٹ، ڈیلی کرانیکل، لنڈن ٹائمس، اور نیز پیرس کے مشہور اخبارات فیگارو وغیرہ، سب اس پر متفق تھے کہ پیرس کے استحکامات کے بعد دنیا میں سب سے بڑا مستحکم مقام انٹورپ ہے، اور ہمیشہ یقین کیا گیا ہے کہ بلجیم کا حملہ آور خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہو، لیکن یہاں پہنچکر اپنی نامرادیوں سے سر ٹکرائیگا۔

ماہرین جنگ نے اسکے جو وجوہ بیان کئے تھے، ان میں اہم امور حسب ذیل تھے:-

(۱) ۱۹۰۸ع میں جو نئے استحکامات یہاں بنائے گئے ہیں انکی نسبت عام اتفاق ہے کہ ناقابل تسخیر ہیں۔

(۲) انٹورپ اور اسکے اطراف میں بیس سے زیادہ قلعے ہیں اور انکے مثلث دوائر اور قلعے اس ترتیب سے قائم کئے گئے ہیں کہ کسی طرف سے بھی حملہ آور کو اندر کی باٹریوں سے بچکر آگے بڑھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ اسلئے تسخیر بجائے خود ہی

دشمن اسکے قریب بھی نہیں پہنچ سکیگا۔

(۳) تمام بند علاقہ ۶۰ میل سے زیادہ کا ہے۔ فولادی گنبدوں میں بہترین قسم کی زود کار توپیں نصب ہیں، اندرون شہر کی تمام سڑکیں انکی زد پر ہیں، خندقیں وسیع اور گہری ہیں، میدانی توپیں بکثرت ہر جانب نصب کی گئی ہیں۔

(۴) افواج انٹورپ کی قدرتی حالت بھی ایسی ہے جسپر غالب آنا ممکن نہیں۔ ایک جانب دریا ہے جو شہر کے اندر چلا گیا ہے اور تینوں جانب پانی کے ایسے عریض حلقے بنے ہوئے ہیں جو چند لمحوں کے اندر بھر دئے جا سکتے ہیں۔

(۵) اگر محاصرہ کیا جائے تو یہ بالکل بے سود ہوگا۔ اسکے شمال و مغرب ڈچ سرحد ہے جو غیر جانبدار ہے۔ ساحلی مقام ہونے کی وجہ سے وہ سمندر کی جانب سے بیرونی آمد و رفت جاری رکھ سکتا ہے۔ اور انگلستان سے اسکو ہمیشہ مدد ملتی رہیگی جو بالکل اسکے سامنے ہے۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ سمندر کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک انگلستان بحر شمال اور ہنرڈ ور پر مسلط ہے، انٹورپ اور نیز بلجیم کے تمام ساحلی مقامات کو جرمنی کسی طرح بھی مسخر نہیں کر سکتی۔ اگر وہ محاصرہ کرلے، جب بھی رسد اور سامان جنگ برابر دریا کی جانب سے پہنچتا رہے گا۔

یہ اسباب ستہ جسدرجہ مؤثر، قدرتی، ناقابل انکار، اور شاندار و قوی تھے، انکی نسبت کچھ کہنا فضول ہے۔ لیژ اور نامور استحکامات کے غلغلے اور انکے عاجلانہ نتائج اگرچہ دنیا کے پیش نظر تھے، تاہم یہ ساٹھ میل کا مستحکم حلقہ، یہ تمام ماہرین جنگ کا اجماع عظیم، یہ بلا علاج پانی کے منابذ، یہ ساحلی دروازے کی ہیبت اور ان سب سے بڑھ کر بحر شمال کی حکمرانی اور برطانی اعانت کا فتح باب، ایسی دلیلیں نہ تھیں جو بالکل بے اثر رہتیں۔ تاہم جب حوادث نے ورق الٹا اور حقیقت

بے نقاب ہوئی تو دنیا نے امید باطل اور فریب آرزو کا ایک نیا تجربہ اپنے سامنے پایا، اور طاقت کے دیوتا نے بڑھ کر کہا کہ اسکی جادو کی چھڑی کے آگے استحکام کا لفظ بے معنی، قلعہ کی حقیقت وہم، اور تمام دنیا کے ماہرین جنگ کا ایمان و اعتقاد نقش غلط و سودائے خام ہے!

اذا جاء موسیٰ والقی العصا فقد بطل السحر والساحر

استحکامات کی حقیقت آفتاب کے دو طلوع و غروب کے اندر نہیں بدل سکتی ساٹھ میل تک پھیلے ہوئے قلعے اور آہنی گنبدوں کے توپخانے تیلیوں کے ڈھانچے اور روئی کے گالے نہیں بنجا سکتے، بحر شمال کا وہ پر پیچ آبی خط خشک نہیں ہو گیا ہے جس سے نکلکر دریائی لہریں انٹورپ کی دیواروں سے ٹکراتی رہتی ہیں، اور جس کا پانی بہکر اسکے تمام طول و عرض کو ایک خطۂ آب بنا دیسکتا ہے۔ پھر انگلستان کی حکومت اُس تمام عرض پر پھیلی ہوئی ہے جو ساحل بلجیم اور ساحل ڈوور کے درمیان واقع ہے، اور ہر طرح کی اعانتوں کے حاصل کرنے کیلئے انٹورپ کے دروازے بدستور کھلے ہوئے ہیں۔

تاہم دُنیا کی جنگی طاقتوں کی تاریخ کے کیسے عجیب و غریب عہد سے ہم گذر رہے ہیں جبکہ باایں ہمہ جاہ و جلال، طاقت و جبروت، و باایں ہمہ اسباب و وسائل دفاع و استحکام، بالآخر انٹورپ اسی طرح مسخر ہو گیا جسطرح جرمنی کے خط جنگ کی ہر روک مسخر ہوئی۔ اور بلجیم کا یہ آخری نقشۂ امید بھی اسی طرح چاک چاک کر دیا گیا جس طرح بے شمار نقشے اس سے پہلے پرزے پرزے ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ یقین و اذعان کے اس بستریاس کو زیادہ سے زیادہ آرزو و حسرت کی پانچ تاریک راتیں ہی نصیب ہوئیں

فن جنگ کا نیا دور

ہم نے تسخیر انٹورپ کے تذکرہ میں اس نقطہ کو زیادہ نمایاں کیا کہ اسکے استحکامات

کی تمام حقیقتیں بدستور قائم ہیں لیکن امید کا نقشہ منقلب ہو چکا ہے یہ پہلو اس لئے زیادہ وضاحت کا محتاج تھا کہ انٹورپ کی تسخیر کے بعد سے اعتراف وتسلیم کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، اور یہ خصوصیات ہر طرح اسکی مستحق ہے کہ تاریخ جنگ میں اسے نمایاں جگہ دیجائے۔ ابتک جرمنی کی راہ کی ہر روک اپنی مضبوطی اور استحکام کے یقین میں ایک ناقابل فہم سرعت کے ساتھ منقلب ہوتی رہی ہے اور بدقسمتی سے سرزمین وقلاع کی طرح "ماہرین جنگ" کا مذہب بھی مغرور حریف کی تلوار کا اس طرح تابع رہا ہے کہ اسکی ہر حرکت پر اسکے اصول وقواعد بدلتے رہے ہیں۔ لئر جبتک فتح نہیں ہوا تھا، اُس وقت تک وہ دُنیا کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا۔ اوقیانوس کی موجیں اور ہمالہ کی چوٹیاں بھی اسکے استحکام کے آگے ہیچ تھیں۔ اسکا عجیب الصنعت دائرۂ استحکام، اسکے گھرے ہوئے عجیب وغریب قلعے، اسکی سرزمین کے قدرتی موانع، اسکی عالم اعتراف وناقابل تسخیر عظمت، ایک مسلم حقیقت تھی، جسکو دداور ددچار کی طرح ہر "ماہر جنگ" تسلیم کرتا تھا۔

لیکن جونہی حملہ آوروں کی فوجیں اسکی منہدم دیواروں پر سے گذریں، یکایک فن جنگ کے حقائق میں ایک انقلابِ عام واقع ہوا، اور جو قلعے چند دن پیشتر تک تمام دنیا کو اپنی آزمایش کا چیلنج دے رہے تھے، اور جن سے بڑھکر اصول وقواعد حرب ودفاع کا اور کوئی نمونہ پیش نہیں کیا جاسکتا تھا، اب اصول وقواعد ہی کی بنا پر بالکل فرسودہ، ناقابلِ اعتماد، بے قاعدہ وبے اصول، اور ایک بدتر سے بدتر فوج کے ہاتھوں بھی بآسانی تسخیر ہو جانے والی دیواریں بنگئیں۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست؟

اب یہ انکشاف ہوا کہ لیئر کے قلعے قدیم طرز پر تعمیر ہوئے تھے اور اس لئے

انکا مسخر ہوجانا کوئی ایسی بات نہیں جو چنداں لائق التفات ہو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اسکے قلعوں کا باہمی فاصلہ بہت کم تھا، اور ایسی حالت میں وہ ساقط نہو جاتا تو اور کیا ہوتا؟

تقریباً ایسے ہی انقلابات و انکشافات سریعہ نامور کے آٹھ قلعوں کے متعلق بھی ہوئے۔ اور ارباب جنگ اور مصالح حرب کی بخشش اس عہد میں جرمنی کی توپوں سے بھی زیادہ عجیب و غریب رہی ہے!

لیکن غنیمت ہے کہ اب انکشافات "فن جنگ" کے یہ تلاطم و تموج کسی قدر مبدل بسکون ہو گئے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ گو جرمنی کی جنگی بیقراریوں کے پاؤں نہ تھمیں، لیکن انگلستان و فرانس کے "ماہرین جنگ" کے اعتقادات کو تو کسی قدر ثبات و استقرار نصیب ہو جائیگا۔ چنانچہ موجودہ جنگ کی تاریخ میں سب سے پہلے "انٹورپ" کے قلعوں کو یہ تاریخی فخر نصیب ہوا ہے کہ انکی برگشتہ قسمت کی طرح فن جنگ نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور انکے استحکامات میں بظاہر اسکے لیژ و نامور کے استحکامات کی طرح کوئی نئی خرابی اور خامی بعد از تسخیر ثابت نہیں ہوئی ہے۔ وہ مسخر ہو چکے ہیں لیکن اب تک انکی مضبوطی اور حفاظت کی حقیقتیں بدستور قائم ہیں، اور انکی خامیوں اور نقصوں کی مرثیہ خوانی کی جگہ حملہ آوروں کی طاقت کا اعتراف کر کے حقیقت و واقعیت پر پہلی مرتبہ لطف و احسان کیا گیا ہے!

پہلے جو قوۃ تحقیق و تدقیق بدبخت مسخر شدہ قلعوں کے نقصوں کی دریافت میں صرف ہوتی تھی؛ الحمد للہ کہ اب اسکا کچھ حصہ جرمنی کی عجیب و غریب توپوں کے متعلق ایک نئے انکشاف میں صرف کیا گیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ یہ ساری کرشمہ سازی جرمنی کی نہیں بلکہ اسکی قلعہ پاش توپوں کی ہے، جن کا قطر ۲۸ سنٹی میٹر کا ہے، اور جنکے گولے تیس تیس من کے وزنی ہوتے ہیں!

ما را از ایں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود!

بحری مہم

انگریزی اعانت کے بھیجے جانے کی بھی خبر دیگئی ہے جو انٹورپ پہنچی اور تمام مایوس باشندوں نے اسکی بدولت دو راتیں امید و مسرت میں بسر کیں۔ جب فوج راستوں سے گذری تو لوگوں نے نہایت جوش سے استقبال کیا اور گرجوں میں حمد و شکر کے ترانے گائے گئے۔ گو اس قیمتی اعانت سے بدنصیب بلجیم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور بعض مخالف اتفاقات کی وجہ سے برطانی شجاعت کو اپنے ان فوجی مناقب و عسکری فضائل کی نمایش کی کافی مہلت نہ ملی جو فرانس کے میدانوں میں بارہا ظاہر ہو چکے ہیں، تاہم اسنے نہایت عقلمندی کے ساتھ اپنے ایک بڑے حصے کو ہلاکت سے بچایا، اور مغرورین انٹورپ کے ٹھیک ہم قدم ہوالینڈ اور اوسٹینڈ پہنچ گئی!

موڑننگ پوسٹ کے نامہ نگار نے خاص طور پر اس عمدہ اثر کا نقشہ کھینچا ہے جو انگریزی فوج کے انٹورپ پہنچنے سے اہلِ بلجیم پر پڑا۔ مسٹر چرچیل (خداوند بحریات برطانیہ) انگریزی فوج کے کارناموں پر اسے "مبارکباد" دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ "ہماری بحری فوج نے دشمن کے توپخانوں کی شعلہ باری میں قابلِ تعریف جرأت کے ساتھ اپنے تئیں ڈالدیا، اور یہ صرف انہی کے قدومِ میمنت لزوم کے نزول کا نتیجہ ہے کہ انٹورپ ساٹھ ہزار دشمنوں کے مقابلے میں ۵ دن تک مدافعت کرتا رہا"

"باقی رہا اسکا واپس چلا آنا تو یہ کچھ اسکا نتیجہ نہیں ہے کہ دشمن کے حملوں کی وہ تاب نہ لاسکی، بلکہ عام جنگی مصلحت اسی کی مقتضی تھی"!!

یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ انگریزی فوج کے عمدہ اثر، اہالیانِ انٹورپ کی ناپائدار مسرت، اور قابلِ تعریف عنسل آتشیں کو یہ حقیقت کچھ بھی صدمہ نہیں پہنچا سکتی کہ انٹورپ کی بدنصیبیوں میں اس نمایشِ جاہ وجلال سے کچھ بھی تغیر نہ ہوا۔ اول تو ایک مایوس جماعت کو دو چار دن تک امید ونشاط سے آشنا کر دینا ہی کیا کم بات ہے؟ پھر ایک ایسے بے پناہ حریف کے مقابلے میں جاکر بقیۃ السیف حصے کا بحفاظت واپس چلا آنا بجائے خود مستحق ہزار تبریک وتہنیت ہے!

حول سقوط انٹورپ

انٹورپ کی تسخیر کے بعد جرمنی کا کام بلجیم میں ختم ہوگیا۔ اب جنگ کا ایک نیا صفحہ اُلٹتا ہے

انٹورپ کی سب سے بڑی اہمیت اسکے ساحل کا موقعہ ہے۔ نقشہ کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ بحر شمالی کی جو شاخ بلجیم وبرطانیہ کے درمیان ہوکر گذری ہے اس میں ہوالینڈ کے کنارے ایک عجیب طرح کے چھوٹے چھوٹے بالمقابل ومتوازی جزیرے پیدا ہوگئے ہیں، اور ان کا ایک وسیع گوشہ بحر شمالی کے دہنے ساحل میں خود بخود طیار ہوگیا ہے۔ ہوالینڈ کی سرحد میں یہ حصہ داخل ہے اور یہاں سے ایک دریائی خط نکل کے انٹورپ کے اندر چلا گیا ہے۔ اس بحری گوشے کی وجہ سے ہر وہ مقام نہایت قیمتی ہوگیا ہے جو اس سے قریب واقع ہو۔ یہ ایک ایسا محفوظ مقام ہے کہ جو حکومت یہاں قابض ہوگی، وہ تمام بحر شمالی کی جنگی طاقتوں کو ایک کونے میں بیٹھے ہوئے بے اثر کردے گی۔ یہ چھوٹے چھوٹے دریائی خطوط جو نظر آرہے ہیں، انکے اندر اگر ایک توپ بھی نصب کردی جائے، تو وہ باہر کی طرف بحر شمال

کا راستہ روکدیگی۔

پس انٹورپ جرمنی کے خطِ جنگ کا سب سے بڑا اہم مقام تھا اور اب وہ اسپر قابض ہو گیا ہے۔ اُسے ایک طرف تو بلجیم میں ایک ایسی مستحکم جگہ ملگئی ہے، جسے اپنی بڑی بڑی جرمن توپیں چڑھا کر وہ ناممکن التسخیر بنا دیگا، دوسری طرف ساحل برطانیہ کا رخ بھی اسکے قبضے میں آگیا ہے، اور اب اس جانب سے میدانِ جنگ میں کسی مدد کے پہنچنے کا بالکل خدشہ نہیں رہا۔

انٹورپ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر گھنٹ اور گھنٹ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر اوسٹنڈ تھا، جو بلجیم میں جزیرۂ برطانیہ کے بالکل مقابل اور سب سے زیادہ قریبی مقام ہے۔ اسکی ساری اہمیت انگلستان کی بحری اعانت کے بندرگاہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ آج صبح کی خبروں میں اوسٹنڈ کے بھی تقریباً لے لینے کی خبر آچکی ہے، اور شاہ بلجیم جو انٹورپ سے بھاگ کر اوسٹنڈ آیا تھا، اب فرانس چلا گیا ہے۔

اوسٹنڈ کے نیچے سرحد فرانس میں کیلے ہے، اور برطانیہ کے سامنے کا سب سے زیادہ قریب تر ساحلی مقام وہی ہے۔ عنقریب جرمنی اسپر بھی قبضہ کرلیگا اور اسطرح جنگ کا وہ باب جسکا تعلق تسخیر بلجیم اور ساحل انگلش چینل سے تھا، بالکل ختم ہو جائیگا۔

بعض حقائق جنگ

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل حقیقتیں بالکل صاف اور غیر مشتبہ صورت میں سامنے آگئی ہیں :۔

(۱) جنگ کے حقائق کا مطلع اب صاف ہے اور حقیقت اسدرجہ آشکارا ہو گئی ہے کہ اس سے انکار کرنے یا اسے مشکوک کرنے کی بالکل گنجایش نہیں رہی۔

(۲) جرمنی تمام خاک بلجیم پر قابض ہے۔ فرانس میں پیرس کے اطراف تک

اسنے اپنے دہنے دستے کو پھیلا کر، بلجیم کی پوری مملکت اور فرانس کے تمام سرحدی خط کو حریفوں سے خالی کرالیا، اور نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے پیش نظر استحکامات اور فوجی مرکز قائم کرلئے۔ اس نے بڑی بڑی خندقیں مشینوں کے ذریعہ اطمینان سے ایسی حالت میں کھودیں کہ دشمن کی ایک گولی بھی اس میں حارج نہ ہوئی۔ اپنے ان تمام کاموں سے جب وہ فارغ ہوگیا تو آگے بڑھی ہوئی فوج ایک قرارداد ترتیب کے ساتھ واپس چلی آئی اور اب اپنے مرکزوں میں مضبوطی کے ساتھ جم گئی ہے۔

(۳) افواج متحدہ نے اول روز ہی یہ غلطی کی کہ سرحد فرانس کو عبور کرکے جرمنی کو روکنا چاہا۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ہی مقابلے میں انکے پاؤں اُکھڑے اور پھر خط پیرس کے اُدھر تک نہ رک سکے۔ تا آنکہ جرمنی نے خود جگہ خالی کردی

(۴) جرمنی کی فوجی طاقت، آلات واسلحہ جنگ، طریق ہجوم و مقاومت، اور عام انتظامات اور ہر طرح کے ساز وسامان کے متعلق جو خیالات واوہام پھیلائے گئے تھے، ان کا اگر دسواں حصہ بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ میدان جنگ کے تمام واقعات سے یک قلم انکار کردیا جائے۔ اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح عالم آشکارا ہوچکی ہے کہ جرمنی کی تعجب خیز قوتوں اور سامانوں کے متعلق جو معلومات دنیا برسوں سے رکھتی آئی ہے، وہ اسی طرح اب تک صحیح ہیں جس طرح جنگ سے پہلے تھے۔

(۵) جرمنی نے تمام بلجیم پر قبضہ کرلیا۔ فرانس میں پیرس تک چلی گئی۔ روس کے اندر روسی فوج کے ساتھ لڑ رہی ہے اور میلوں اس کے حدود کے اندر ہے۔ اسکی تمام افریقی نو آبادیاں ابتک بالکلیہ مسخر نہ ہوئیں، اور کیاچو کو جاپان جیسی عظیم الشان بحری طاقت دو مہینے میں بھی نہ

لے سکی۔

اس کے مقابلے میں جرمن حدود کا ایک چپہ بھی اب تک اسکے حریفوں کے تصرف میں نہیں آیا ہے، اور بقول اسٹیٹسمین کے "بہر حال اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جسقدر بھی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ سب کی سب جرمنی کے دشمنوں کے ملک ہی میں ہو رہی ہیں۔ جرمنی کے کسی حصے میں نہیں ہیں"

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی کے حریفوں کے ملک جنگ کی وجہ سے تہ و بالا ہو رہے ہیں جیسا کہ بلجیم، فرانس، اور روس کے ایک حصے کا حال ہے لیکن خود جرمنی کے اندر کہیں بھی لڑائی نہیں ہے اور اسلئے اسکا اندرونی امن و سکون اور داخلی تجارت و اقتصادیات بالکل اصلی حالت میں برقرار ہیں۔ وہ سامان جنگ کے کارخانوں سے کام لے رہا ہے، توپیں ڈھل رہی ہیں اور ایک ایک سو سب مرین طیار کی جا رہی ہیں۔ صرف اس اختلاف مناظر ہی سے جنگ کے موجودہ نتائج واضح ہو جا سکتے ہیں۔

(۲) انٹورپ اور اوسٹنڈ کے لے لینے کی وجہ سے میدان جنگ میں اس کا پوزلیشن بہت شدید و وزنی ہو گیا ہے، اور میدان جنگ کو دریا کی جانب سے اسکے خلاف جو تقویت تھی، اسکی راہ مسدود ہو گئی ہے۔ بظاہر اس کا نصف کام بالکل مکمل ہو گیا۔ وہ بلجیم اور ساحل کی طرف سے مطمئن ہو کر اب از سر نو اپنی پیش قدمی شروع کرے گا۔ دریائے شیلڈٹ میں اس نے بحری سرنگیں ڈالدی ہیں، اب خاص انگلش چینل پر اپنا دباؤ نمایاں کرنا چاہیگا۔



ورودِ مقدس یوم الحج!

اَتٰیٓ اَمرُ اللہِ فَلَا تَستَعجِلُوہُ ط

سَیُرِیکُم اٰیٰتِہٖ فَتَعرِفُونَھَا ، وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعمَلُونَ ہ

گویند مگو سعدی چندیں سخن عشقش
میگویم و بعد از من گویند بدستانہا!

میں نے بہت چاہا کہ اپنے زخموں کو چھپاؤں لیکن نہ چھپا سکا۔ ایک مدت کے سکون اندمال کے بعد آج پھر ایک لمحۂ اضطراب وکاوش میسر آگیا ہے، میرے دل کی بے چینیوں نے مجھے بستر انتظار پر تہ و بالا کر دیا اور میرے زخمہائے کہنہ کے ٹانکے بے اختیار کھل گئے۔ اب انکی خونابہ فشانی نہیں رک سکتی۔ بل نکتب والیراع یقطر دما، والقلب یکاد یتمزق اسی واسفا، مما اصاب الاسلام والمسلمین، من الذل المھین، والعار المشین، والازدراء الھائل، والاحتقار الفاضح، والظغظ الفظیع، والقتل المریع، فحاشا للمسلمین ان یکونوا من القوم الکافرین!!

آمادہ گشتہ ام وگرامشب نظارہ را پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را

آج میں پھر اپنی وہی متاع کہنہ لے کر بازار مقصود میں نکلا ہوں جو ہمیشہ سے میرے کاروبار آہ و نالہ کا راس المال رہی ہے، اور جسکے سوا میرے جیب آستین حسرت میں اور کچھ نہیں ہے۔ میرے پاس ایک زخمی دل کے چند ٹکڑے ہیں، جن سے

خونِ تمنّا کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں خریداروں کا متلاشی ہوں۔ کوئی ہے جو اِن پارہ ہائے خونیں کا طلبگار ہو؟

رو بے بازارِ مرادا مروز عرفی بانست	دامنِ تر میفروشم دیدۂ تر می خرم

میں اپنے جیبِ زیاں کی یہ کل پونجی دیکر ایک سودا چکانا چاہتا ہوں مجھے چند آنکھیں چاہئیں جو ماتم یوسف میں یعقوب وار رونا جانتی ہوں۔ کیونکہ سچے آنسوؤں سے بڑھکر عالمِ انسانیت میں کوئی شے طاقتور نہیں ہے۔ وااسفیٰ علیٰ یوسف!

خشک سالیست دریں عہد وفارا اے اشک!
زاں دیار کہ تو می آئی، باراں چون ست؟

یہی قیمتِ زخم، یہی راس المال جراحت، یہی دستِ ماتم کار، یہی چشمِ خونبار، اور یہی زبانِ فغاں سنج ہے، جسے اپنے ساتھ لیکر میں نے ہمیشہ خریداروں کو پکارا، اور یہی متاعِ دل اور جنسِ اشک و خونفشانی ہے جسکو ہمیشہ میں نے ڈھونڈھا۔ میں ہمیشہ روتا رہا اور میں نے لوگوں کو رُلایا ہے۔ میں ہمیشہ ماتم کرتا رہا اور ہزار ہا ہاتھوں نے میری سینہ کوبی میں شرکت کی ہے۔ آج پھر اشک و فغاں کے نئے پیامِ درد لیکر اٹھا ہوں۔ پس اُن سب پر سلام جنکی آنکھیں خونبار، دل دو نیم، جگر سوختہ، اور زبانیں دعا سنج ہیں۔ کیونکہ اشک افشانیوں کا آخری وقت، اضطرابِ قلوب وارواح کی انتہائی فرصت، اور دعاہائے اشک آلود و فریاد ہائے مجروح و مضطر کی ہر طرف پکار ہے!

دمے ز صدق بیآور کہ آرزو بخشاں	ہزار گنجِ اجابت بہ یک دعا بخشند

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض؟	اور خدا کے سوا کون ہے، کہ ایک مضطر روح کی پکار کو سُنے، اسکے دُکھ کو دور کرے، اور اپنے آگے

ءالٰہ مع اللہ! قلیلا ما تذکرون (۲۷-۵ع) جھکنے والوں کو اپنی خلافت بخشتے؟ افسوس کہ بہت کم ہیں جو عبرت و بصیرت رکھتے ہیں!

وہ جو خشک سالی میں پانی کے لئے روئے، کیا اب بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی چمک میں امید کے آخری آنسو نہ بہائینگے؟ وہ جنھوں نے نا امیدیوں میں اپنے مقصود کو پکارا، کیا اب امید و بیم کی آخری دیوار حائل تک پہنچکر خاموش ہو جائینگے؟ کیا موسمِ خزاں کے ماتم زدگانِ حسرت کے لئے یہ جائز ہے کہ بہار کی عین آمد پر اپنے ولولۂ جنون کو خیر باد کہدیں؟

دہقان کا کام موسم کے ظہور کے بعد اور زیادہ بڑھجاتا ہے، اور منزل جسقدر نزدیک آتی جائے، رہروانِ مقصود کے آتشِ شوق کو اور زیادہ تیز ہوجانا چاہئے۔ پہلے اگر حسرت و آرزو میں روئے ہو تو اب امید میں اور زیادہ چیخ چیخ کر روؤ!

بایں کہ کعبہ نمایاں شود زپا منشیں کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

آسمان کے دروازے بند تھے اور تم انکی طرف دیکھ دیکھ کر پکارتے تھے، لیکن آج کھل گئے ہیں اور تمھاری دعاؤں کے انتظار میں ملائکہ مدبرہ اور ملکوت السماوات نے اپنے اجنحۂ نورانیہ کو کھول دیا ہے۔ جبکہ جواب نہیں ملتا تھا تو تم پکارتے تھے، آج خود دستِ اجابت آمادۂ استقبال ہے۔ پھر زبانِ سائل کو کیا ہوگیا ہے کہ خاموش ہے؟ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین!

بطاعت کوش گر عشقِ بلا انگیز می خواہی!
متاعے جمع کن، شاید کہ غارت گر شود پیدا

موسم بدل رہا ہے، اور اضطراب و شورش کی جن خونیں بدلیوں سے فضا چھپ گئی ہے، وہ بالکل ویسی ہی ہیں جیسے ہر عصرِ انقلاب ارضی و تجدد موسم

اقوام و ملل میں ظاہر ہوئی ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ ایام الالہیہ کا ایک یوم عظیم ختم ہو اور دوسرے دن کا آفتاب طلوع ہو۔ یہ رات کی آخری گھڑیاں ہیں جو برق کی سی تیزی اور بادل کی سی ہیبت میں گذر جائینگی، اور لہو اور دھوئیں کی بدلیوں کے اندر سے دنیا کی حیات جدیدہ کا ظہور ہوگا۔ پس صبح کی بخشش میں حصہ لینے والوں کو چاہیئے کہ اپنے دماغوں کا نہیں بلکہ آنکھوں کا احتساب کریں اور شیطان غفلت سے ہشیار ہو جائیں، کیونکہ رات بھر جاگنا آسان ہے، مگر صبح صادق کی گھڑیوں میں اونگھنے سے بچنا مشکل ہے۔ ہو کہ رات بھر اختر شماری کرنے کے بعد عین صبح کے وقت سو جاؤ، اور جس روشنی کو دیکھنا چاہتے تھے، اسکی کرنیں تمھارے خوابیدہ سروں پر ماتم کریں۔ سچ یہ ہے کہ نہ تم اُٹھے، اور نہ تم نے بیداری کے لئے کوئی کروٹ لی، لیکن جبکہ دہقان آبپاشی سے غافل تھا تو آسمان نے خود ہی مینہ برسا دیا، اور جبکہ انسانی ہمتیں تھک گئی تھیں تو کارخانۂ الٰہی خود ہی متحرک ہوگیا۔ پس وقت کو اسکا حق دینے میں تساہل نہ کرو کیونکہ وہ صرف اتنے ہی کا طالب ہے، اور جسقدر بھی جلد ہو سکے اپنی اصلاح و درستگی کا سامان کرلو:۔ افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم؟

یوم الحج کا ورود مقدس

آج ذوالحجہ کی پہلی تاریخ ہے اور ایک ہفتہ کے بعد تاریخ عالم کا وہ عظیم الشان روز طلوع ہونے والا ہے جسکے آفتاب کے نیچے کرۂ ارضی کے ہر گوشے کے لاکھوں انسان اپنے خداوند کو پکارنے کے لیئے جمع ہونگے، اور ریگستان عرب کی ایک بے برگ و گیاہ وادی کے اندر خدا پرستی و عشق الٰہی کا سب سے بڑا گھرانا آباد ہوگا:۔

الذین ان مکنّاھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (۲۲-ع۵)

وہ لوگ کہ اگر اللہ انھیں زمین میں قائم کردے تو انکا کام صرف یہ ہوگا کہ صلوٰۃ الٰہی کو قائم کریں، زکوٰۃ ادا کرائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں۔

یہ پہلا گھر تھا جو خدا کی پرستش کے لئے بنایا گیا، اور آج بھی دنیا کے تمام بحر و بر میں صرف وہی ایک مقدس گوشہ ہے جو اولیاء الشیطان واصحاب النار کی لعنت سے پاک ہے، اور صرف خدا کے دوستوں اور اسکی محبت میں دکھ اٹھانے والوں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔

سمندروں کو عبور کر کے، پہاڑوں کو طے کر کے، کئی کئی مہینوں کی مسافت چلکر، دنیا کی مختلف نسلوں، مختلف رنگتوں، مختلف بولیوں کے بولنے والے اور مختلف گوشوں کے باشندے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اسلئے نہیں کہ سلافی یا ٹیوٹانیک نسل کی باہمی عداوتوں سے دنیا کے لئے لعنت بنیں، اسلئے نہیں کہ ایک انسانی نسل دوسری نسل کو بھیڑیوں کی طرح پھاڑے اور اژدہوں کی طرح ڈسے اسلئے نہیں کہ خدا کی زمین کو اپنی ابلیسی غرور اور شیطانی سیادت کی نمائش گاہ بنائیں اسلئے نہیں کہ تیس تیس من کے گولے پھینکیں اور سمندر کے اندر ایسے جہنمی آلات رکھیں جو منٹوں اور لمحوں میں ہزاروں انسانوں کو نابود کردیں، بلکہ تمام انسانی غرضوں اور مادی خواہشوں سے خالی ہوکر اور ہر طرح کے نفسانی ولولوں اور بہیمی شرارتوں کی زندگی سے ماوراء الوریٰ جاکر، صرف اُس خدائے قدوس کو پیار کرنے کیلئے، اُسکی راہ میں دُکھ اُٹھانے اور مصیبت سہنے کیلئے، اور اسکی محبت ورافت کو پکارنے اور بلانے کیلئے جس نے اپنے ایک قدوس دوست کی دعاؤں کو سُنا اور قبول کیا، جبکہ نیکی کا گھرانا آباد کرنے کے لئے اور امن و سلامتی اور حق و عدالت کی بستی بسانے کے لئے اس نے اپنے خدا کو پکارا تھا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد	اے پروردگار! میں نے تیرے محترم گھر کے پاس ایک
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم	ایسے بیابان میں جو بالکل بے برگ وگیاہ ہے۔ اپنی نسل
ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ	لاکر بسائی ہے تاکہ یہ لوگ تیری عبادت کو قائم کریں
من الناس تھوی الیھم وارزقھم من	پس تو ایسا کر کہ انسانوں کے دلوں کو انکی طرف پھیر دے
الثمرات لعلھم یشکرون (۱۴-۴۰)	اور ان کے رزق کا بہتر سامان کردے!

آہ! ذرا تم انکی اِن عجیب و غریب حالتوں کا تصور کرو! یہ کون لوگ ہیں اور کس پاک بستی کے بسنے والے ہیں؟ کیا یہ اُسی زمین کے فرزند ہیں جو خون اور آگ کی لعنتوں سے بھر گئی تھی اور صرف بربادیوں اور ہلاکتوں ہی کے لئے زندہ رہی؟ کیا یہ اسی آبادی سے نکل کے آئے ہیں جو سبعیت و خونخواری میں درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے غاروں سے بھی بدتر ہے، اور جہاں ایک انسان دوسرے انسان کو اس طرح چیرتا پھاڑتا ہے کہ آجتک نہ تو سانپوں نے کبھی اس طرح ڈسا اور نہ جنگلی سوروں نے کبھی اس طرح دانت مارے؟ کیا یہ اسی نسل اور گھرانے کے لوگ ہیں جسنے خدا کے رشتوں کو یکسر کاٹ ڈالا، اور اس طرح اسکی طرف سے مُنہ موڑ لیا کہ اسکی بستیوں اور آبادیوں میں خدا کے نام کے لئے ایک آواز اور ایک سانس بھی باقی نہ رہی؟ آہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ یہ قدوسیوں کی سی معصومیت، فرشتوں کی سی نورانیت، اور سچے انسانوں کی سی محبت انہیں کہاں سے آگئی ہے؟ تمام دنیا نسلی تعصبات کے شعلوں میں جل رہی ہے، مگر دیکھو یہ دنیا کی تمام نسلیں کس طرح بھائیوں اور عزیزوں کیطرح ایک مقام پر جمع ہیں، اور سب ایک ہی حالت، ایک ہی وضع، ایک ہی لباس، ایک ہی قطع، ایک ہی مقصد اور ایک ہی صدا کے ساتھ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں؟ سب خدا کو پکار رہے ہیں، سب خدا ہی کے لئے حیران و سرگشتہ

ہیں، سب کی عاجزیاں اور درماندگیاں خدا ہی کے لئے اُبھر آئی ہیں، سب کے اندر ایک ہی لگن اور ایک ہی ولولہ ہے، سب کے سامنے محبتوں اور چاہتوں کے لئے اور پرستشوں اور بندگیوں کے لئے ایک ہی محبوب و مطلوب ہے، اور جبکہ تمام دنیا کا محورِ عمل نفس و ابلیس ہے، تو یہ سب صرف خدا کے عشق و محبت میں خانہ ویراں ہو کر اور جنگلوں اور دریاؤں کو قطع کر کے دیوانوں اور بیخودوں کی طرح یہاں اکٹھے ہوئے ہیں! انھوں نے نہ صرف دنیا کے مختلف گوشوں کو چھوڑا بلکہ دنیا کی خواہشوں اور ولولوں سے بھی کنارہ کش ہو گئے۔ اب یہ ایک بالکل نئی دنیا ہے جسمیں صرف عشق الٰہی کے زخمیوں اور رشتہ دلوں کی بستی آباد ہوئی ہے۔ یہاں نہ نفس کا گذر ہے جو غرور و بہیمی کا مبدأ ہے، اور نہ انسانی شرارتوں کو بار ملسکتا ہے جو خونریزی اور ظلم و سفاکی میں کرۂ ارضی کی سب سے بڑی درندگی ہیں۔ یہاں صرف آنسو ہیں جو عشق کے آنکھوں سے بہتے ہیں، صرف آہیں ہیں جو محبت کے شعلوں سے دھویں کی طرح اُٹھتی ہیں، صرف دل سے نکلی ہوئی صدائیں ہیں جو پاک دعاؤں اور مقدس نداؤں کی صورت میں زبانوں سے بلند ہو رہی ہیں، اور ہزاروں سال پیشتر کے عہدِ الٰہی اور رازِ دنیا زعبدِ معبودی کو تازہ کر رہی ہیں:۔ لبیک لبیک ۔ اللھم لبیک ۔ لا شریک لک لبیک!!

سہر روحانیاں داری و لے خود را ندیدستی
بخوابِ خود در آتا قبلۂ روحانیاں بینی

یہ وہ مجمع ہے جسکی بنیاد دعاؤں نے ڈالی۔ جسنے دعاؤں سے نشو و نما پائی، جو صرف دُعاؤں ہی کے لئے قائم کیا گیا، جسکی ترکیب بھی اوّل سے لیکر آخر تک دُعاؤں ہی کے مناسک سے ہوئی، اور جو دعاؤں ہی کی لازوال طاقت سے قائم ہے۔ سب سے پہلی دعا وہ تھی جو اس گھر کی بنیاد رکھتے ہوئے خدا کے دو قدوسی

دوستوں کی زبانوں پر جاری ہوئی :-

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک، وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ! ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم - (۲-۱۵)

اے پروردگار! ہمیں اپنا اطاعت شعار بنا اور ہماری نسل سے ایک امت پیدا کر جو تیری مؤمن و مسلم ہو- اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتلادے اور ہماری توبہ قبول کرلے- تو تو بہت ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے- اور پھر اے پروردگار! ہماری نسل میں ایک اپنا رسول مبعوث کر جو اسکے آگے تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکے اخلاق کا تزکیہ کرے-

سو بیابان حجاز کے قدوس لم یزل نے یہ دعا قبول کرلی اور اپنی اس "امت مسلمہ" کو پیدا کیا جو فی الحقیقت وجود ابراہیمی کے اندر پنہاں تھی :-

ان ابراھیم کان امۃ قانتاً (۱۶-ع ۱۴)

بے شک حضرت ابراہیم خلیل اپنے وجود واحد کے اندر ایک پوری قوم اور خدا پرست امت تھے !

یہ گھرانا درحقیقت دنیا کی امامت اور ارضِ الٰہی کی وراثت کے لئے آباد کیا گیا تھا، اور اسکا عہد و میثاق روز اول ہی بندھ گیا تھا-

پس اس مقدس دعا کی قبولیت نے "امت مسلمہ" کو بھی قائم کیا، اور دنیا کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کے لئے سلسلۂ ابراہیمی کے آخری رسول کو بھی مبعوث کیا، نیز جو امامت و پیشوائی اور خلافت فی الارض حضرت ابراہیم خلیل (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی گئی تھی، اسکی وارث ان کی ذریت و نسل ٹھہرائی گئی البتہ بموجب اپنے عہد کے "ظالمون" کو اس سے محروم کردیا گیا اس نسل کے جو لوگ اپنے نفس و روح کے لئے ظالم ہوئے اور خدا کے مقدس

نوشتوں کی اطاعت سے سرکشی کی، ان سے وہ امامت موعودہ بھی چھین لیگئی اور خلافت موہوبہ سے بھی محروم کر دیئے گئے کہ "ولا ینال عھدی الظالمین"!

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات (۱۹ع) — پھر انکے بعد وہ لوگ انکے جانشین ہوئے جنھوں نے صلوٰۃ الٰہی کو ترک کر دیا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے بندے ہوگئے

یہ دعاؤں کا وعدہ تھا جسکا ظہور ہماری اقبال و کامرانی کی تاریخ ہے، اور اسی طرح یہ دعاؤں ہی کی ایک وعید بھی تھی جسکی سزائیں اور محرومیاں ہماری برگشتگی اور درماندگیوں کا ماتم ہے! وہ ہم ہی تھے جو "انی جاعلک للناس اماما" کے وارث ٹھہرائے گئے تھے، اور ہم ہی ہیں جو آج "لا ینال عھدی الظالمین" کی تصویر نامرادی ہیں!

ذلک بما قدمت ایدیھم وان اللہ لیس بظلام للعبید — یہ سب کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو خود انھوں نے اختیار کئے ورنہ خدائے کریم تو اپنے بندوں کے لئے کبھی بھی ظالم نہیں ہو سکتا۔

پس دعاؤں کا یہ اجتماع لاہوتی، امت مسلمہ کا یہ مجمع مبارک، اور روحانیت مقدسہ ابراہیمیہ کا یہ منظر عظیم و جلیل، قریب ہے کہ اسی بیابان حجاز میں ظہور کرے جہاں خدا نے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) نے امامت و خلافت الٰہی کے لئے اولین دعا کو سُنا، اور پھر ہمیشہ دعاؤں کو سننے اور اپنی پکاروں اور نداؤں کے پابند ہونے کے لئے اُسے برگزیدہ کر دیا۔ جب وقت یہ پرچہ تمہارے ہاتھوں تک پہنچیگا، اُس وقت ذوالحجہ کی تیسری تاریخ ہوگی، اور بادیہ نوردان عشق آباد حجاز کے قافلے کوچ کیلئے طیار ہوں گے۔ اُس وقت کا تصور کرو کہ وہ کیسا وقت عظیم ہوگا جبکہ لاکھوں انسانوں کے اندر سے اُسوۂ ابراہیمی کی روحانیت عظمیٰ اپنے خداوند کو

بیقرارانہ پکاریگی، اور اسکے مقدس عہد و میثاق کا رشتہ تازہ ہوگا؟ لاکھوں سر ہونگے جو بیقرارانہ خداوند کے حضور جھکائے جائینگے۔ لاکھوں پیشانیاں ہونگی جو اسکی چوکھٹ پر گرائی جائینگی، لاکھوں دل ہونگے جو اسکی نظارۂ جمال کے عشق میں ڈوب جائینگے، اور لاکھوں زبانیں ہونگی جن سے اسکے حضور میں دعائیں نکلینگی۔ پھر اُسوقت ایسا ہوگا کہ دریائے محبت الٰہی جوش میں آئیگا، ملائکہ مقربین اسکے خلوت وصال کو اسکے دوستوں کے لئے خالی کر دینگے، اور وہ اپنے جمالِ عالم آرا کے جلوے سے اس تمام محشر عشق وطلب کو ڈھانپ لیگا!

سو چاہئے کہ اس وقت عظیم وجلیل اور ایام الالٰہیہ مخصوصہ کے حصول کو غنیمت سمجھو، اور تم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو، لیکن اپنی تمام قوتوں اور تمام جذبوں سے کوشش کرو کہ تمھاری دعائیں بھی ان دعاؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور تمھاری بے تابیاں اور بیقراریاں بھی ٹھیک اسی وقت خدا کے حضور رحمت طلب ہوں کہ یہ وقت پھر میسر نہ آئیگا۔ دنیا انقلاب وتجدد کے ایک مہیب عہد سے گذر رہی ہے اور نئے موسم کی علامتوں نے ہر طرف طوفان اور بجلیوں کی ایک قیامت کبریٰ بپا کر دی ہے۔ ممکن ہے کہ روز ہجر ختم ہونے والا اور عہد وصال کی ایک نئی رات شروع ہونے والی ہو، پس ضرور ہے کہ دن بھر جن لوگوں نے غفلت کی ہے وہ اب عین شام کے وقت غفلت نہ کریں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شام آگئی ہے، اور چراغوں کا انتظام کرنا چاہئے۔

ہاں، ہر مؤمن کو چاہئے کہ وہ یکسر دعاؤں میں ڈوب جائے، اور ان مقدس ایام کے اندر صداقت دل سے توبہ کرے، اور اپنے خداوند سے اپنا معاملہ درست کرلے۔ یہ بڑا ہی سخت وقت ہے جسکی نوشتۂ الٰہی میں خبر دی گئی تھی۔ وہ وقت موعود اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ آگیا ہے، اور زمین اپنے گناہوں

کی پاداش میں الٹ دی گئی ہے۔ پس توبہ کرو اور اُسکے سامنے اپنی سرکشیوں کا سر مجرموں کی طرح ڈالدو، اور تڑپ تڑپ کے وہ سب کچھ مانگو جسکو تمھارا دل چاہتا ہے، مگر تمھارے اعمال اسکے سزاوار نہیں ہیں۔ تم اسکے حضور حج کے دن اور عید کی صبح کو جبکہ خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھی تھی، مسکینوں اور لاچاروں کی طرح گر جاؤ، اپنی سرکشیوں اور نفس پرستیوں کے گوسالہ کو ذبح کردو (فاقتلوا انفسکم باتخاذکم العجل) اور گڑگڑا کر دعا مانگو کہ خداوندا! زمین کی سب سے بڑی مصیبت، انسانی معصیت کے سب سے بڑے عذاب، اور انقلاب اقوام و ملل کے سب سے زیادہ مہیب موسم کے وقت ابراہیم و اسماعیل کی ذریّۃ کو نہ بھلائیو، اور انکے گناہوں کو معاف کردیجیو!

علی الخصوص عید کے دن جب اسکے حضور کھڑے ہو تو اپنے گناہوں کو یاد کرو۔ تم میں ایک روح بھی ایسی نہو جو تڑپتی نہو اور ایک آنکھ بھی ایسی نہو جس سے آنسوؤں کے چشمے نہ بہ رہے ہوں۔ یاد رکھو کہ دل کی آہوں اور آنکھوں کے آنسوؤں سے بڑھکر اسکی درگاہ میں کوئی شفیع نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح بھی ہو سکے اپنے خداوند کو راضی کرو اور اسے منالو، کیونکہ تم نے اپنی بداعمالیوں سے اسے غصہ دلایا اور اسکے پاک حکموں کی پروا نہ کی! اور تم یوں پکارو کہ اے ابراہیم اور اسماعیل کے خداوند، اور اے رسولِ امی کے پروردگار! ہم نے تیرے عہد کی پروا نہ کی اور اپنی بداعمالیوں سے تیری مقدس زمین کو ملوث اور گھنونا کردیا لیکن اب ہم اپنی سزاؤں کو پہنچ چکے اور ہم نے بڑا سے بڑا دکھ اٹھالیا۔ ہم مثل یتیم لڑکوں کے ہوگئے ہیں جنکے والدین کو ان سے جدا کردیا گیا ہو، کیونکہ ہمارا خدا ہم سے راضی نہ رہا اور ہم غمگینی اور رسوائی کے لئے چھوڑ دیے گئے۔ پس اے حی و قیوم! اب ہم پر رحم کر، ہمارے قصوروں کو معاف کر، اور ہم سے مُنہ نہ موڑ!

گو ہماری خطائیں بیشمار رہیں لیکن ہم سب تیرے ہی نام سے کہلاتے ہیں، اور تیری راہ میں دکھ اٹھانے کے لئے طیار ہیں!

اگر نہ بہرِ من، از بہرِ خود عزیزم دار کہ بندہ خوبی او خوبیِ خداوندست

اے ستار و تواب رحیم! کیا ہمارا غم دائمی ہے، کیا ہمارے خزاں کے لئے کبھی بہار نہیں، اور کیا ہمارے زخم کے لئے کوئی مرہم نہ ہو گا؟ اے نسل ابراہیمی کے امیدگاہ! تو ہمیشہ کیلئے ہمیں نہ بھول اور ہمیں اپنی طرف لوٹا لے۔ ہم تجھ سے ہمیشہ بھاگے ہیں مگر اب ہم تیری طرف لوٹ آئینگے کیونکہ ہمیں کہیں پناہ نہ ملی۔

تو ہمیں نیکی اور صداقت کیلئے چن لے، اور اپنی ہدایت و عدالت کی تبلیغ کا بوجھ پھر ہماری گردنوں پر ڈال! دنیا آج انتہائے ترقی کے بعد بھی امن و عدالت کیلئے ویسی ہی تشنہ ہے جیسی ظہور صداقت کبریٰ کے اولیں عہد جہالت میں تھی!

"ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین! (۷-۲۹)

اللھم مالک الملک، تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر، انک علی کل شئ قدیر (۳-۲۶) ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر، ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا! واغفر لنا ربنا، انک انت العزیز الحکیم (۶۰-۶) ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (۲-۲۵۲) ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین (۱۰-۸۷) ربنا انک اتیت "فرعون" وملاہ زینۃ واموالا فی الحیاۃ الدنیا، ربنا لیضلوا عن سبیلک، ربنا اطمس علی اموالھم، واشدد علی قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم! (۱۰-۸۹) رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (۷۱-۲۶) ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ، انک انت الوھاب (۳-ع ۱)"

ہندوستان اور پبلک ورکس

وإذا خلوا عضوا عليكم الأنامل من الغيظ، قل موتوا بغيظكم
ان الله عليم بذات الصدور۔ ان تمسسكم حسنة تسؤهم
وان تصبكم سيئة يفرحوا بها، وان تصبروا وتتقوا لا يضركم
كيدهم شيئا۔ ان الله بما يعملون محيط! (۳ - ۱۱۹)

حسد بہ تہمتِ آزادیِ سرو م بگداخت
کیں مرا دلیست کہ بر تہمتِ آں ہم حسد ست

ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ پایونیر الہ آباد کے صفحوں پر گورنمنٹ کو رائے دی گئی تھی کہ وہ نہ تو ہندوستانی آبادی کی وفاداری پر اعتماد کرے اور نہ ہندوستانی فوج کی شجاعت پر۔ کیونکہ اسکے عقیدے میں پہلی چیز صرف ایک دو تین بوقت شناس آدمیوں کی مصنوعی اور سازشی کارستانی ہے، اور دوسری شے کا اگر کوئی وجود ہوتا تو انگریزی حکومت ہندوستان میں نہ ہوتی!

ایسی رائیں ہمیشہ دی گئی ہیں، اور بدقسمتی سے ہندوستان میں گورنمنٹ اور رعایا کے مسئلہ کا تصفیہ اسقدر مشکل نہیں ہے جسقدر اینگلو انڈین جماعت اور پبلک کا سوال ہمیشہ سے لاینحل رہا ہے۔ تاہم اسکی توقع تو ہم میں سے کسی شخص کو بھی نہ تھی کہ عین اُسوقت جبکہ ہندوستانی "وفاداری" کی جنس سب سے زیادہ قیمتی ہوگی، وہی لوگ اسکے وجود سے انکار کرینگے جنکو سب سے زیادہ اسکی ضرورت ہے:— یخربون بیوتہم بایدیہم!

بایں ہمہ انکار کیا گیا، اور اعتماد اور صفائی کے قلعہ پر جبکہ وہ سب کے خیال میں مستحکم تھا، شک اور شرارت کی پہلی گولی چلائی گئی۔ شرارت کا پہلا قدم خواہ میدانِ جنگ کی طرف اُٹھایا جائے یا کاغذ کے صفحوں پر، مگر بہرحال شرارت ہے۔ بدی کی نسل کا رشتہ خون سے نہیں بلکہ عمل سے ہے اور کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ بُرائی کا گھرانا جہاں کہیں بھی آباد ہو، اُسے باغ عدن ہی کی پہلی برائی کی نسل سمجھنا چاہیئے۔ پس فساد کا یہ پہلا قدم جو ہمارے سامنے نمایاں ہوا، اگرچہ اپنے خون کے رشتے میں بالکل بے تعلق ہو، لیکن اخلاق کے رشتہ سے اسی "جرمن اخلاق" کی ایک چھوٹی قسم کی نسل تھی، جسکی نسبت ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ سفیدۂ امن پر خون کا پہلا چھینٹا اسی کے گھرانے سے اُچھل کر پڑا، اور اُس نے تمام یورپ کو رنگین کر دیا۔

یہ ایک حقیقی "جرمنزم" ہے جو برلن کی طرح الہ آباد میں بھی موجود ہے، اور جو ہندوستان کے امن اور اعتماد کو بالکل اسی طرح چیلنج دیتا ہے جس طرح برلن کا جنگی اخلاق یورپ کے امن کو۔ البتہ پہلے کا دائرہ عمل اتنا وسیع ہے کہ دنیا کے دو صد سالہ تمدن کو برباد کر رہا ہے، لیکن دوسرا صرف براعظم ہند کے صرف پنجاہ سالہ اعتماد و امن کی غارت گری پر قانع ہے، اور کہتا ہے کہ جرمن اولوالعزمیوں کی بھوک کیلیئے ہندوستان میں اتنی غذا ابھی بس کرتی ہے!

لیکن اس عہد عجائب کی عجیب عجیب باتوں میں سے ایک تعجب انگیز واقعہ یہ بھی ہے کہ جرمن اخلاق کے اس ہندوستانی مرکز کو حال میں ایک دوسرے "جرمنزم" کی بھی خبر ملی ہے جو اسکے خیال کے مطابق کلکتہ میں موجود ہے، اور ۲ نومبر کے لیڈنگ آرٹیکل میں اسپر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مضمون کی سب سے زیادہ سنجیدہ ظرافت یہ ہے کہ اسمیں اوّل سے لیکر آخر تک "جرمنزم" کا ذکر اسطرح

غیروں کی طرح کیا گیا ہے گویا مفسدانہ اقدام کی اس خوفناک منزل سے خود اسکا کوئی رشتہ نہیں، اور وہ بالکل ایک اجنبی اور غیر آدمی کی طرح "جرمنزم" کا لفظ زبان سے نکال رہا ہے! اور پھر اس سے بھی بڑھکر لطیفہ یہ ہے کہ اپنے اس صریح مزاح پر پورے مضمون میں کہیں بھی نہیں مسکراتا!

پایونیر اور الہلال

ہمارا اشارہ "پایونیر" کے اس لیڈنگ آرٹیکل کی طرف ہے جو ۲ نومبر کی اشاعت میں نکلا ہے، اور جسکا عنوان "پرو جرمنزم کلکتہ میں" ہے۔ یہ [illegible] غیر معمولی انتظام اور مخصوص کوشش کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے، اور "الہلال" کی روش کو جنگ یورپ کے متعلق "پرو جرمن" قرار دینے کیلئے وہ پوری قوت صرف کر دی ہے، جو تمام ہندوستان کو بغاوت آباد اور تمام ہندوستانی فوج کو نامعلوم باغیانہ جراثیم سے آلودہ ثابت کرنے میں پہلے صرف کی گئی تھی۔ جو بے باک شرارت ہندوستان کے تین سو ملین انسانوں پر سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ مخدوش عہد میں حملہ کر سکتی ہے، اسکی نسبت یہ خیال کرنا محض فضول ہوگا کہ ہندوستان کے ایک فرد پر حملہ کرنے کیلئے اس نے اپنے اسلحہ کو کیوں حرکت دی؟ اگر ایسا خیال کیا جائے تو یہ بالکل ایسی بات ہوگی، جیسے لودین کا کوئی مسکین پروفیسر اپنی خانہ ویرانی کی شکایت لیکر "قیصر" کے پاس جائے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ قیصر تمام یورپ کے امن کو غارت کر رہا ہے!

پس نہ تو اس حملہ آورانہ اقدام میں ہمارے لئے کوئی تعجب ہے اور نہ یہ وہ چنداں لائق التفات ہے۔ ہم نے آجتک الہلال کی تحریک دینی کیلئے بڑے بڑے مخالفانہ عزم اور معاندانہ سعی کے ساتھ جس غیر منقطع بے اعتنائی کا اسوہ

کیا ہے، کوئی خاص وجہ نہ تھی کہ اس سے "پایونیر" کے اوراق کو بلند تر جگہ دی جاتی اور الہلال کے صفحوں پر اسکا تذکرہ کیا جاتا۔ لیکن چونکہ اس مضمون میں تعاند وادعا کے ساتھ واقعات وہ متشہاد سے بھی کام لینے کی ایک ظاہر فریب کوشش کی گئی ہے، اور غلط بیانی و کذب سرائی کو بظاہر ذمہ دارانہ ادعا کے ساتھ ترکیب دیا گیا ہے، اسلئے ہم مجبور ہیں کہ آج اپنے چند صفحات کیلئے تھوڑی سی بے رحمی گوارا کریں، اور صرف اس حد تک جواب دیدیں جس حد تک اظہار حقیقت کیلئے ناگزیر ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس حملہ کے مقصد اور آرزؤں کے بارے میں بالکل خاموش رہیں۔

تصنیف و مصنف

سب سے پہلا سوال جو اس مضمون کے سلسلہ میں سامنے آتا ہے وہ اس کے مخفی مصنف کی شخصیت کا سوال ہے۔

اگر ہمارے لئے اُس سے دلچسپی پیدا ہو جانے کے وجوہ موجود ہوں تو ہم اسے پایونیر کے ایڈیٹوریل آفس ہی میں تلاش کریں یا کسی اس سے بلند تر مقام میں؟ آیا اس مضمون کو موجودہ وقت نے طیار کیا ہے، یا کسی گذشتہ وقت کے انتقام لینے کے لئے یہ وقت سب سے زیادہ موزوں ہے؟

یہ سوال نہایت دلچسپ تھا لیکن ہم بمصلحت اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اسکا حل موجودہ حالات میں نہیں ملسکتا۔ اسکے لئے ضروری ہوگا کہ ایک سال پیشتر کے بعض پرشور واقعات کی تاریخ کو جو صوبجات متحدہ میں ظاہر ہو کر تمام مسلمانان ہند سے متعلق ہوئے لائے لایا جائے۔ مگر ہم ایسا نہیں کرینگے کیونکہ انسان کے جذبات ردیہ کا تذکرہ کوئی خوش آیند بیان نہیں ہے جسے زیادہ نمایاں کیا جائے، اور کینہ وانتقام کے چہرہ کو حسین نہیں سمجھا جاسکتا جسکے چہرے

پر نقاب کار ہنا ہمارے اندر ولولہ پیدا کرے

الحق یعلو ولا یعلیٰ

مضمون نگار کو اسپر بہت ہی اذیت بخش تعجب ہے کہ جنگ یورپ پر تین ماہ سے زیادہ مدت گزر چکی ہے اور اس تمام عرصے میں الہلال کی روش برابر "پرو جرمن" رہی۔ باایں ہمہ اتبک اسپر کوئی مصیبت نہیں آئی ہے۔ درمیان میں ایک موقعہ ایسا یقین کر کے خوش ہونے کا اسے ہاتھ آیا بھی تو اسکی عمر ایک ہفتہ سے زیادہ ثابت نہوئی اور الہلال پھر بدستور شائع ہوگیا۔ چنانچہ وہ اپنی حالت کو کسی مجہول الحال جماعت کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے :۔

"آغاز جنگ سے الہلال کی روش ایسے حیرت انگیز طور پر پرو جرمن رہی ہے کہ جو لوگ اخبارات پڑھتے رہتے ہیں، انکے لئے یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اتبک گورنمنٹ اسکی تحریروں کو کس طرح برداشت کرتی رہی ہے"

ہم مضمون نگار کی اس راست بیانی کے شکر گذار ہیں کہ کم از کم اس نے اپنے مضمون کی ابتدا ایک سچی بات سے کی، گو اسے سچ پر ختم نہ کر سکا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اسکے لئے اور اسکے ہم مشرب اشخاص کے لئے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی عجیب بات نہیں ہو سکتی کہ ہندوستان میں ایک ہندوستانی قلم و زبان بغیر کسی مصیبت کو جلد تر دیکھے ہوئے اپنے بے لاگ کاموں میں مشغول رہے اور جس طرح آزادی کے ساتھ اینگلو انڈین اخبارات شائع ہوتے رہتے ہیں اسی طرح تین ماہ تک ایک ہندوستانی رسالہ بھی شائع ہوتا رہے۔ بلکہ فی الحقیقت تین ماہ کی مدت بھی بہت ہے۔ اگر وہ کہتا کہ اسکے خیال میں امن اور بے فکری کی ایک سانس بھی الہلال کیلئے تعجب انگیز ہے، تو جو دماغ اسے ملا ہے اور جن جذبات سے

وہ چھلک گیا ہے، انکے لحاظ سے ایسا سمجھنا بالکل درست ہوتا۔

بلا شبہ یہ تعجب انگیز ہے۔ مگر اسلئے نہیں کہ جرم کو مہلت ملتی ہے، کیونکہ جرم کو تو بہرحال مہلت نہیں ملنی چاہئے۔ البتہ اسلئے کہ بدقسمتی سے کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جنکے خیال میں وجود و قیام ہی جرم ہے، اور نیز اس لیے کہ راستی کے لئے مہلت نہیں۔

اور اسلئے بھی نہیں کہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ قائم ہے اور وہ تمام گورنمنٹوں کی طرح عدالت کی عمارتیں رکھتی اور سزاؤں کیلئے پینل کوڈ ہے، کیونکہ وہ ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ ہے اور ابتک ہمارا یہ یقین غیر مجروح ہے کہ اسے قانون اور حق سے کبھی بھی انکار نہوا، مگر اسلئے کہ بدبختانہ ملک میں ایسے مغرور اور صرف "طاقت" اور "حکومت" کو اصل کائنات سمجھنے والے لوگ موجود ہیں جو بسا اوقات خود ہی اپنے فوائد کے سب سے بڑے دشمن ہو جاتے ہیں، اور ہندوستان کی قانونی حکومت کی برکتوں میں اسکی اصلی آبادی کا کوئی حصہ تسلیم نہیں کرتے۔ انکے نزدیک دنیا کی کارفرما طاقت غضب اور غصہ ہے نہ کہ محبت اور انصاف، اور حق و راستی کی حقیقت خود حق و راستی میں نہیں ہے جیسا کہ دنیا نے ہمیشہ سمجھا، بلکہ جماعت کے نسلی و قومی امتیاز یا حاکم و محکومی کی تفریق میں جیسا کہ انھوں نے اپنا دستور العمل قرار دیا:- ولھم اعمال من دون ذالک ھم لھا عاملون!

افسوس کہ وہ مسیح کے قول کی یکسر تغلیط و تکفیر ہیں جو کہتا ہے کہ "تو دوسروں کے ساتھ وہی کر، جو تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے ساتھ کریں" (متی - ۷ - ۱۲)

اس گروہ کے بے پردہ نظارے کیلئے سب سے زیادہ مکمل منظر ہی مضمون ہے جو جنگ یورپ کے متعلق ہر اُس بیان اور رائے کو "جو ہنزم" کا خطرناک

جرم سمجھتا ہے، جو خود اسکے لئے اور ہر انگریز اخبار نویس کیلئے بالکل بے خطر بلکہ ایک قابلِ ستایش "سلانی عبادت" ہے! فانظر کیف ضربوا الک الامثال فضلوا، فلا یستطیعون سبیلا!

بااین ہمہ ہم ایسے تعجب کرنے والوں کو تبلا سکتے ہیں کہ وہ اپنے تئیں تعجب و تحیر کی کرب و شدائد میں بے فائدہ ہلاک نہ کریں، اور اپنے دماغ کو تسلی دیں کہ دنیا میں کبھی کبھی تعجب انگیز اور خلاف توقع واقعات بھی ہوا کرتے ہیں، اور انسان کو صرف اپنی آرزؤں ہی کا عادی نہ رہنا چاہئے۔ وہ خدا جو سچ کو دوست رکھتا اور راست بازوں کا ہمیشہ سے حامی ہے، اور جس کی محیط و لازوال طاقتوں کا اعتراف اب اُن مہذب انسانوں کو بھی غالباً گوارا ہو گیا جنکی مادہ پرستی کے گھمنڈ کو موجودہ جنگ کے انقلاب انگیز ظہور نے شکست دی ہے، یقیناً اسکی بھی طاقت رکھتا ہے کہ جب تک وہ چاہے اور ضرورت دیکھے، اپنی راست بازی کو انسانی ادعاؤ غرائم کی لائی ہوئی مصیبتوں سے بے پروا رکھے۔ اس نے اپنی اس طاقت کے بڑے اور چھوٹے ہر طرح کے مظاہر دکھلائے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ ہم ایسا اعتقاد رکھنے کی سب سے زیادہ قوی فطرۃ اپنے اندر رکھتے ہیں، کیونکہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ:-

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا	جس رحمت کا دروازہ خدا اپنے بندوں پر کھولدے، اسے کوئی
ممسک لھا، وما یمسک فلا مرسل	بند نہیں کر سکتا، اور اگر وہ بند کردے تو کوئی نہیں جو اسے کھول سکے
لہ من بعدہ، وھو العزیز الحکیم (۳۵-۲)	وہ سب سے زیادہ طاقتور ہے، اور اسکے کام حکمت سے خالی نہیں

الہلال کا طلسم

اسکے بعد ہوشیار مضمون نگار نے ساری کوشش اس میں صرف کی ہے

کہ الہلال کے مسئلہ کو گورنمنٹ کیلئے ایک "پراسرار طلسم" ثابت کرے جسکے چاروں طرف کنایہ آمیز اسلوب، مخفی استہزا، اور پوشیدہ اشارات کی آہنی دیواریں کھڑی کردی گئی ہیں، اور جن کو آج تک گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ بنگال کے آزمودہ اسلحۂ احتساب و نگرانی مسخر نہ کرسکے، مگر ان کو فتح کرنے کی تاریخی عظمت سب سے پہلے "پایونیر اعظم" کے افتتاحیہ نگار قلم کو حاصل ہوئی ہے!

مارا ازیں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود

فی الحقیقت یہ معاملہ نہایت عجیب ہے، اور اس شاندار بڑائی کو جس کی ہمارے سامنے اس بے فکری کے ساتھ نمایش کی گئی ہے، اگر غارت نہ کیا جائے تو ایک عمدہ فتحیابی کی کہانی موجودہ جنگ کے ضمن میں باقی رہجائیگی۔ بلجیم کے قلعوں کے استحکام پر تمام دنیا کو اعتماد تھا اور خود شاہ بلجیم انٹورپ کی مضبوطی پر اسقدر مطمئن تھا کہ اسنے دشمن کو ایک طرح کا چیلنج دیدیا تھا۔ باایں ہمہ فن جنگ کی جدید ترین ایجادات اسقدر خوفناک ہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انھیں مجبور ہو جانا پڑا، اور آخر تک مقاومت نہ کرسکے۔

جس عہد تسخیر و سقوط میں یہ حال اُن استحکامات کا ہو جنھیں اپنی نسبت ادعا تھا، تو یہ بالکل ظاہر ہے کہ الہلال کے مزعومہ "طلسم" کے متعلق کیا اُمید کی جاسکتی تھی جسنے آجتک اپنے استحکامات کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کیا، اور جو ابتدا سے بالکل "اوپن پورٹ" ہے؟ باوجود اس اختلاف حالت کے وہ کامل تین ماہ تک مسخر نہو سکا۔ اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہو تو یہ بلاشبہ بڑی ہی عجیب بات ہے، اور فاتح اور مفتوح، دونوں کو اسکے فخر و ناز میں مساویانہ حصہ دینا چاہیئے!

لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ قلم کا یہ مدعی فاتح اپنی فتوحات کو کیونکر قائم رکھ سکیگا

جبکہ دنیا کو معلوم ہوگا کہ الہلال کے جس "پُر اسرار" "پروجبر منزم" کے افشا کا اسے دعویٰ ہے، وہ کبھی بھی راز نہ تھا، اور اگر راز تھا تو ایک ایسا عجیب راز جسکے ایک ایک گوشے اور ایک ایک چپے کے متعلق گورنمنٹ کے تمام صیغۂ احتساب اپنے گھر کی طرح واقفیت رکھتے ہیں، اور زیادہ سے زیادہ خرچ و اہتمام کے ساتھ ایک سرکاری انتظام جو انڈیا میں ہو سکتا ہے اسکے لئے کیا جا چکا ہے!

مقامِ اشاعت

الہلال کے مقامِ اشاعت کو بھی مضمون نگار ایک پیشتر سے قرار دی ہوئی تدبیر قرار دیتا ہے، اور اس طرح گویا اپنی اس حسرت کو ضبط نہیں کر سکا ہے کہ کاش لال "الہ آباد" یا "نینی تال" سے شائع ہوتا! لیجعل اللہ ذٰلک حسرۃ فی قلوبھم! لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک بہتر چیز کا انتخاب کیوں جرم سمجھا جائے؟ ہم بغیر کسی تامل کے اعتراف کرنے کیلئے طیار ہیں کہ الحمدللہ، ہمارا قیام ابتدا سے کلکتہ میں رہا، اور اس لئے ہم نے کلکتہ ہی سے الہلال جاری کیا۔ پنجاب اور "مشہور" یوپی کی سرزمین کی جگہ ہم ایک ایسی گورنمنٹ کے زیرِ حکومت رہنے کیلئے یقیناً قدرتی اسباب کے ممنون ہیں، جو ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ آزادی پسند، قانون دوست، عاقبت اندیش، اور فرضی خطروں سے زیادہ منحرف رہنے والی نہیں ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ غالباً گورنمنٹ بنگال کے متعلق ایسی رائے رکھنا پاینیر کے نزدیک بھی "پروجرمنزم" کے اعمال میں داخل ہوگا!

ہمارا ایسا یقین واقعات پر مبنی ہے اور اسکے لئے بہت ہی قریبی مثال ہم نے یاد رکھی ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارا موجودہ وطن بنگال ہے جہاں "لشکرپور"

کی مساجد کا واقعہ پیش آیا، نہ کہ صوبجات متحدہ جو مسجد "کانپور" کے افسوسناک کیلئے ہمیشہ یادگار رہیگا۔ ہز ایکسیلنسی لارڈ کارمائیکل کی گورنمنٹ کے سامنے "لشکرپور" کا معاملہ ٹھیک ٹھیک اسی طرح پیش آیا تھا جس طرح ہز آنر سرجیمیس مسٹن کی گورنمنٹ کے سامنے مچھلی بازار کانپور کا واقعہ، لیکن صرف اسی ایک واقعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے اصولِ حکومت کا فرق سمجھا جا سکتا ہے کہ جبکہ مسلمانان کانپور کی حادثہ سے پہلے تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں تو کلکتہ کے مسلمانوں کی صرف ایک عرضداشت پر اسکا دانشمند حاکم آمادۂ کار ہو گیا، اور اس نے بہ نفس خود موقعہ پر پہنچکر تمام خطروں اور خدشوں سے لشکرپور کی سرزمین پاک کر دی۔

یزید سلیم والاعز ابن حاتم!

ادّعا و ثبوت

اسکے بعد مضمون نگار نے الہلال کی کسی گذشتہ اشاعت کا حوالہ دیا ہے جسمیں بقول اسکے ظاہر کیا گیا تھا کہ "اٹلی کی ناطرفداری اس کارروائی کا بدلہ ہے جو انگلستان نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کی تھی۔"

ہمارے سامنے الہلال کی فائل موجود ہے۔ ہمیں یہ جملہ کہیں نہیں ملتا کہ "انگلستان نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے جو کارروائی کی تھی۔" البتہ یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے اٹلی کی غیر طرفداری کے اسباب پر بحث کی تھی، اور ہر شخص کیلئے آغاز جنگ کے وقت یہ ایک قدرتی سوال تھا کہ باوجود جرمنی اور آسٹریا سے متحد ہونے کے اٹلی نے کیوں اس موقعہ پر علیحدگی اختیار کی؟ بلاشبہ اسکے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ اسکا بڑا سبب وہ واقعات ہیں جو جنگ

طرابلس کے وقت پیش آئے لیکن اگر ایسا لکھنا "جرمنیت" ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ "پایونیر" اسوقت کیا کہیگا جب اُسے معلوم ہوگا کہ اس جرم کا اصلی سرچشمہ ایک انگریز مصنف مسٹر فرانسیس میکالا ہے جسنے اپنی کتاب "اٹلیز وار" کے تیسرے باب صفحہ (۲۸) میں حرف بحرف یہی لکھا ہے، اور یا الہلال یقیناً ان معلومات سے فائدہ اُٹھانے کا حق رکھتا ہے جو اسے کتب فروشوں کی دُکان سے ملسکتی ہیں۔

اسکے بعد مضمون نگار نے بہت سے دعوے جلد جلد جمع کر دیے ہیں اور چونکہ انکے ثبوت میں کوئی اقتباس پیش نہیں کیا ہے اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ "پایونیر" کے لیڈنگ آرٹیکل میں دعوی کر دینے کو بھی بمنزلہ دلیل و برہان کے سمجھتا ہے۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ جرمن پیش قدمی کی مقاومت پر مزاح کا سیلاب بہایا گیا۔ سقوط پیرس کو قطعی اور یقینی ظاہر کیا گیا۔ جرمن مراجعت کی تاویل کیگئی اور اسے بالکل پیرس سے قریب بتلایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ یہ محض ادعا ہے، اسلئے اسکے جواب میں ہم وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ ادعاء محض کیلئے انکار محض ہر طرح کافی جواب ہے لیکن "پایونیر" کے مضمون نگار کے پاس جب ایسے لوگ موجود تھے جو انکے لیے الہلال کے "پراسرار" مضامین کا ترجمہ کر سکتے ہیں (باوجود اسکے کہ "ترجمہ کے بعد ان کا اثر ضائع ہوجاتا ہے یا کارگر نہیں ہوتا") تو اس کے لیے کیا مشکل تھا کہ وہ تھوڑی سی زحمت اپنے حاشیہ نشینوں کو اور دیتا اور الہلال کے "سیلاب مزاح" میں سے چند قطرے ہی پیش کر دیتا۔ مگر اسنے ایسا نہیں کیا، اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ گو وہ الہلال کے ہر مضمون سے واقف ہے مگر دوسروں کو واقف کرنا پسند نہیں کرتا، اور اس پورے تین مہینے کی مدت میں صرف ایک ہی اشاعت

کے محرف اور غیر مربوط اقتباس پیش کرنے کے لئے مجبور رہے۔

وہ تمام اشخاص جو الہلال کو جنگ کے بعد سے پڑھتے رہے ہیں مضمون نگار کے ان دعووں کی راستی کا اندازہ کرسکیں گے جو اس قدر وثوق کے ساتھ کیئے گئے ہیں۔ جس وقت جرمنی کی فوجیں پیرس سے روز بروز قریب تر ہورہی تھیں، حتیٰ کہ محاصرہ کا خوف اسدرجہ یقینی ہوگیا تھا کہ گورنمنٹ فرانس مع سترہ لاکھ آبادی کے پیرس چھوڑ چکی تھی۔ اُس وقت شاید "پایونیر" کے دفتر میں ان تمام واقعات کا مطلب بالکل برعکس سمجھا جاتا ہو، ورنہ الہلال نے تو اس سے زیادہ بالکل نہیں سمجھا جو تمام دنیا سمجھ رہی تھی۔ بلاشبہ ہم نے جرمنی کے پیرس کے قریب آنے کا مطلب یہی قرار دیا کہ وہ قریب آرہی ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ بلجیم کی سرحد سے نکلکر جب انسان جنوب کی طرف بڑھے تو اسکے معنی صرف یہی ہوسکتے ہیں کہ وہ جنوب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر پایونیر کے پاس خبروں کے دیکھنے کیلئے کوئی ایسا آئینہ موجود تھا جسمیں ہر چیز اُلٹی نظر آتی ہے اور جرمنی کے کولو میرس اور نان ٹیول تک آجانے کا مطلب وہ یہ سمجھتا تھا کہ پیرس سے روز بروز اسکے دشمن دور ہوتے جاتے ہیں، تو تعجب ہے کہ ایسی نادر و بیش قیمت تشریح کو اسکی عین ضرورت کے وقت کلکتہ کے "پرو جرمنزم" کی طرح کیوں پوشیدہ رکھا گیا، اور کیوں فوراً شائع نہ کیا گیا کہ سب سے پہلے الہلال کے صفحوں پر اسے جگہ دی جاتی؟

ہمیں حیرت ہے کہ یہ مضمون اسلیئے لکھا گیا ہے کہ لوگوں کو تعجب ہو، یا اسلیئے کہ الہلال کی نسبت انکا تعجب دور ہو؟ کیا ممکن ہے کہ ایک ذی ہوش انسان کسی شخص کو صرف اس بنا پر "پرو جرمن" قرار دینے کی جرأت کرے کہ اسنے ۲ ستمبر سے ۱۳ اگست تک کے اخبار میں "محاصرۂ پیرس" کا خیال کیوں

ظاہر کیا جبکہ نہ صرف تمام دنیا بلکہ خود پیرس بھی اپنے محاصرہ کا انتظار کر رہا تھا؟

البتہ یہ صریح غلط ہے کہ الہلال میں "محاصرہ" کو "قطعی" اور "یقینی" ظاہر کیا گیا۔ جس طرح واقعات کی بنا پر ہر شخص آثار و علائم کو قیاسیات کے شائر ترتیب دیتا تھا، اسی طرح الہلال میں بھی ہمیشہ امکان اور ظن و علائم کے کھلے کھلے اور غیر مشتبہ لفظوں میں واقعات پر نظر ڈالی گئی۔ حتی کہ جو لیڈنگ آرٹیکل ۲۷ ستمبر کے الہلال میں "یوم التغابن" کے عنوان سے نکلا ہے، اسکے آخر میں قرآن کریم کی آیۂ مقدسہ کا اقتباس کر کے ایک طرح کی پیشینگوئی کی گئی تھی کہ عجب نہیں جو جرمنی آگے بڑھکر پھر واپس ہو جائے۔ چنانچہ لکھا تھا کہ "انه علیٰ رجعه لقادر" (اللہ اسپر بھی قادر ہے کہ اسے اُلٹے پاؤں پھرا دے) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

رہا جرمن مراجعت کی تاویل اور اسے ایک "جنگی مصلحت" قرار دینا، تو ہم نہیں سمجھتے کہ اس عجیب الحواس دماغ کیلئے کیا کریں جو ایک کو مجرم بنانے کی ہوس میں تمام دنیا کو مجرم بنانے کی بلکہ خود اپنے تئیں مجرم کہنے کی کوشش کا مریض ہے؟ پا یونیر کو چاہئے کہ وہ اس خطرناک رویہ سے جلد باز آجائے۔ کیونکہ اس کے تمام پھینکے ہوئے پتھر "جرمن پیشقدمی" کی طرح سامنے نہیں بلکہ عقب کی طرف جا رہے ہیں!

وہ جرمن مراجعت کے مصالح پر بحث کرنے کو "پرو جرمنزم" کا ایک ثبوت قرار دیتا ہے، مگر یہ کیسا عجیب "پرو جرمنزم" ہے، جسکا تمام مواد حرف بحرف برٹش پریس بیورا اور سنسر کی منظور کردہ انگلش میل نے تقسیم کیا، اور تقریباً ہر انسان نے جو دماغ رکھتا تھا یکساں حصہ لیا؟

ہم نے اس مضمون کے آخر میں لنڈن ٹائمس، مورننگ پوسٹ، ڈیلی کرانکل، ٹروتھ، گلوب، اسٹیٹسمین، ٹائمس آف انڈیا، ڈیلی نیوز، سول اینڈ ملیٹری،

اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے "پایونیر" کے اقتباسات جمع کر دیے ہیں، جن میں "پروجرمنزم" کی تقریباً ہر طرح کی کم اور زیادہ خوفناک شاخیں نظر آئیں گی۔ اور پبلک اندازہ کر سکیگی کہ یہ پتھر جو پایونیر نے اٹھایا ہے۔ اس کا اصلی مستحق کسکا سر ہے؟

دو عنصر

اس مضمون کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف دو عنصروں ہی سے مرکب ہے۔ یا تو اسمیں کذب ہے یا پھر راستی کذب آمیز۔ یعنی یا تو وہ سچ نہیں بولتا۔ یا بولتا ہے تو جھوٹ کو بھی فراموش نہیں کرتا۔ یہ سچ ہے کہ جرمن مراجعت کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ وہ شاید ایک جنگی مصلحت ہے لیکن نہ تو اسمیں یقین تھا اور نہ اطمینان، بلکہ ایک کھلا قیاس جسکا اثر "ترجمہ کے بعد" بھی قائم رہ سکتا ہے، اور جو تقریباً انگلستان اور ہندوستان کے ہر اخبار میں ظاہر کیا گیا ہے۔

ایمڈن

اسکے بعد وہ ان سب سے بھی خوفناک تر "جرمنزم" کی پبلک کو خبر دیتا ہے، اور بطور ایک تسلیم شدہ اور غیر محتاج تشریح جرم کے ظاہر کرتا ہے کہ "ایمڈن جہاز کی کامیابیوں سے ایک وسیع سرمایہ طیار کیا گیا"

جرم کی یہ دفعہ بظاہر مختصر اور مبہم چھوڑ دی گئی ہے اور اسکے حصے میں ایک سطر سے زیادہ قوت نہیں آئی۔ ابتدا میں خیال ہوتا ہے کہ یہ محض اختصار بیان ہے، یا مضمون نویس کا فیاضانہ تسامح کہ وہ الہلال کے "پروجرمنزم" رازوں کو زیادہ افشا کرنے کا شائق نہیں۔ لیکن فی الحقیقت نہ تو یہ اُس قلم کی اختصار پسندی ہے جو باریک ٹائپ کے دو بڑے کالم سیاہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی کوئی "غیر جرمن"

قسم کا "تسامح"، جیسا کہ اسکے خیال میں گورنمنٹ ہند الہلال کے ساتھ کر رہی ہے درحقیقت یہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی حملہ آورانہ چالاکی ہے جسکے چند لفظوں کے اندر ایک بہت بڑا سرمایۂ خدع و فریب پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اول تو وہ "ایڈن"، کے متعلق الہلال کی روش کو اس طرح سرسری طور پر بیان کرتا ہے گویا یہ ایک بہت ہی واضح اور کھلی بات ہے اور اسکے لئے مزید بیان کی ضرورت نہیں۔ پھر "ایڈن کی کامیابیوں" اور "وسیع سرمایہ" کے الفاظ لکھکر بالکل خاموش ہو جاتا ہے اور کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا۔ اس سے اسکا واضح مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں "کامیابیوں" اور "وسیع سرمایہ" سے یہ خیال پیدا کرائے کہ الہلال میں ایڈن کے تاخت و تاراج کے متعلق بے شمار مضامین نکلے ہونگے، اور ان میں نہایت ہی مبالغہ اور اغراق کے ساتھ اسکی "کامیابیوں" کو (جسکے لئے وہ خود بھی کامیابی کے سوا اور کوئی لفظ لانا پسند نہیں کرتا) چمکایا ہوگا۔ اور چونکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اصلیت کیا ہے، اسلیئے اسکا زیادہ تذکرہ نہیں کرتا اور بالکل مبہم و غیر معین الفاظ بولکر چپ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسا کرنے سے غلط فہمیوں کے پیدا کرنے کا شریفانہ مقصد حاصل نہ ہوگا!

یہ ہے وہ ایک نیم رسمی اور معزز اخبار کی ذمہ داری، اور یہ ہے وہ دیانت بیان و صدق روایت جسکو اپنے ساتھ لیکر پایونیر کلکتہ کے "پر وجہ مزم" کی لاش میں نکلا ہے؟ فویل لھم مما کتبت ایدیھم، وویل لھم مما یکسبون! اسٹیٹسمین نے کالم کے کالم ایڈن کے متعلق صرف کیئے اور اسکی شرافتوں کی داد دی حتیٰ کہ یہانتک لکھدیا کہ "اگر وہ دشمن ہوتا تو ہم اسکے لئے دعا کرتے"۔ گورنمنٹ ہند پر ایک ایسے سخت لہجے میں جو موجودہ عہد کیلئے کسی طرح موزون

نہیں ہوسکتا اعتراض کرتا، بلکہ اسکی غفلت ایمڈن کے تاخت و تاراج کی اصلی ذمہ دار ہے۔ لاہور کا سول اینڈ ملیٹری ایمڈن کو "سمندر کے عقاب" کا لقب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکا نشانۂ نگاہ بے پناہ ہے۔ پھر وہ ایمڈن کے کپتان کی بہادری کا علانیہ گیت بھی گاتا ہے کہ وہ Resolute and Pluck (بلند ہمت اور صاحب ثبات و استقامت) ہے۔ اسی طرح ٹائمس اف انڈیا امپائر، ڈیلی نیوز، اور انگلشمین، ہر روز اپنے بے شمار بڑے بڑے کالم اسکے عجائب و غرائب اور خوارق و معجزات کے بیان کرنے میں خرچ کرتے رہے ہیں، اور اسقدر اسکی عظمت کا سامان فراہم ہوگیا ہے کہ اگر کوئی اصلی "پرو جرمن" دفتر کلکتہ میں موجود ہوتا اور وہ اس تمام سرمایہ کو اقتباس و ترجمہ کے بعد شایع کرتا تو نہیں معلوم ہندوستان کی افواہ پسند اور عام پبلک کا خوف و دہشت کس درجہ خطرناک ہوجاتا؟

الہلال نے اس قسم کی کوئی بات بھی نقل نہیں کی۔ وہ پبلک کو ہمیشہ اطمینان اور سکون کی نصیحت کرتا رہا۔ یہ بڑی سے بڑی خدمت ہے جو ایک پریس اسوقت ملک کی کرسکتا ہے۔ پھر کیا پایونیر بتلا سکتا ہے کہ ایمڈن کا "وسیع سرمایہ" الہلال نے فراہم کیا، یا خود اس نے اور اسکے اخوان طریقت نے؟ اور کیا وہ چاہتا ہے کہ خود اسی کی صرف ایک ہفتہ کی اشاعتوں سے وہ سرمایہ بہم جمع کرکے شائع کردیں، جو "ایمڈن کی کامیابیوں" کے متعلق اس نے فراہم کیا ہے؟

تنکا اور شہتیر

سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ "روسی فتوحات" کے متعلق بھی الہلال کا ذکر کرتا ہے اور یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ اس بارے میں خود اس کا

"پروجرمنزم"، بولینز ٹیچی لیٹ" سے بھی زیادہ خطرناک رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ الہلال نے "روسی فتوحات کو کم کرکے دکھلایا" ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو تاہم ابتک اس نے پیٹیرو گریڈ کے اعلانات کی اسقدر تذلیل و تحقیر تو نہیں کی ہوگی جسقدر خود "پایونیر" برابر کرتا رہا ہے۔ اسکو چاہیئے تھا کہ اس مضمون کی اشاعت سے پہلے اپنی فائل پر ایک نظر ڈال لیتا۔ گذشتہ ایک ماہ کے اندر یہ کس نے کہا ہے کہ روسی اعلانات دنیا سے مزاح کر رہے ہیں اور ان کی بیان کردہ فتوحات ناممکن الاعتبار ہیں؟ وہ کون تھا جسنے اسٹرین قیدیوں کی تعداد کا میزان نکالا تھا اور کہا تھا کہ اسکے معنی اسکے سوا کچھ نہیں ہو سکتے کہ اسٹریا کا خاتمہ ہوگیا ہے حالانکہ خاتمہ نہیں ہوا؟ پھر شاید وہ اخبار بھی الہلال نہیں بلکہ خود پایونیر ہی تھا جسنے فرانس کے میدانوں میں ۰۸ ہزار جرمن لاشوں کی خبر پر اپنی شرمندگی کو غصہ کی شکل میں ظاہر کیا تھا، اور جھنجھلا کر پوچھا تھا کہ "۰۸ ہزار لاشیں کیونکر شمار کی گئیں؟" کیا یہ سب کچھ دنیا کے اس عظیم الشان اخلاقی واعظ کے قول کی ایک نئی تصدیق نہیں ہے جس نے اپنے پیروؤں سے کہا تھا کہ "توجو اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے، اپنی آنکھ کے شہتیر پر کیوں خیال نہیں کرتا؟ اے ریاکار! تو پہلے اپنی آنکھ سے شہتیر نکال؟" (متی ۷-۵)

بہرحال ہم کہاں تک ایک صریح خیرہ بیانی پر صرف وقت و دماغ کریں؟ اسکا ہر بیان تحریف بیانی اور غلط سرائی میں اپنی قسم کی کامل مثال ہے اور اسکے لئے بحث و رد بالکل لاحاصل ہے۔

مسئلہ تصاویر

مضمون نگار نے الہلال کی اشاعت داد تصویروں کو بھی اپنے فرضی پروجر

منیزم کے ثبوت میں پیش کیا ہے، اور لکھا ہے کہ زیادہ تر جرمن طاقت کو نمایاں کرنے والی تصویریں شائع کی گئی ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس شخص کے متعلق کیا کہیں جو ایک باوقعت اخبار کے صفحات پر صدق روایت کی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتا اور صریح واقعہ کے خلاف قلم اٹھاتا ہے؟ شاید ہی دنیا میں کوئی غلط بیانی اس سے زیادہ ادعا کے ساتھ کی گئی ہوگی جیسی کہ یہ ہے۔ اول تو جرمن تصویروں کی اشاعت اگر بر وجہ جرمنیزم ہے تو یہ ایک ایسا جرم ہے جس میں الہلال سے زیادہ گرافیک، اسفیر، لنڈن نیوز، دی وار، لنڈن ٹائمس، ویکلی السٹریشن، اور ٹائمس آف انڈیا کا زیادہ حصہ ثابت ہوگا جو اسوقت تک جرمنی کی بحری اور بری قوت کے بے شمار مناظر شائع کر چکے ہیں۔ اور علی الخصوص لنڈن ٹائمس اپنی "ہسٹری آف دی وار" میں ہر ہفتہ اس "جرمنیزم" کا مواد بکثرت تقسیم کرتا رہتا ہے۔ ثانیاً یہ بیان بھی انتہائی درجہ کا غلط ہے کہ "زیادہ تر جرمنی اقتدار کو نمایاں کرنے والی تصویریں الہلال میں شائع کی گئیں" اور گو اس مضمون کی ہر غلط بیانی اپنی قسم کی اعلیٰ غلط بیانی ہے، لیکن اس غلط بیانی تک تو کوئی غلط بیانی بھی نہیں پہنچ سکتی۔ الہلال میں ۱۹ اگست سے جنگ کے متعلق تصویروں کی اشاعت شروع ہوئی ہے اسوقت تک ۱۰۱ تصویریں نکل چکی ہیں، لیکن ان میں بمشکل ۲ تصویریں جرمنی کے متعلق ہونگی اور وہ بھی اسکی فتوحات یا عظمت کے متعلق نہیں، بلکہ خود قیصر کی جو تمام شاہان جنگ کے سلسلے میں شائع ہوئی، یا ایک دو جہازوں کی، یا نہر کیل کی۔

اسکے مقابلے میں ۹۴ تصویریں ہیں جو برطانیہ، فرانس، اور روس کے متعلق شائع ہوئی ہیں، اور علی الخصوص ان میں انگریزی افواج کے اجتماع،

برٹش بیڑے کے عظیم الشان مناظر، ساحل ڈوور میں جہازوں کی صفیں، اسپیٹ ہڈ میں بحری نمائش، مشہور برٹش ڈریڈ ناٹ، ڈسٹرائر، سب میرین، ان کی ہولناک توپیں، سمندر میں عجیب و غریب ٹکر(؟)، برطانیہ کی تاریخی فتوحات اور بے شمار مؤثر مقامات و اشخاص اور افواج و اسلحہ کی تصویریں ضروری تشریح کے ساتھ دی گئی ہیں، اور یہ وہ کام ہے جو تمام ہندوستان میں تنہا اردو السٹریٹیڈ جرنل ہونے کی وجہ سے صرف الہلال ہی کر سکتا تھا اور اسنے بلا امید اعتراف کیا۔

اگر اس مضمون کا لکھنے والا فی الحقیقت الہلال کو غور و نظر سے مطالعہ کرنیوالا ہے جیسا کہ وہ اسکی اشاعت کے حوالے دیکر ظاہر کرتا ہے، تو یقیناً اس سے کبھی اُسے واقف ہونا چاہیئے کہ آخری ہفتوں میں جبکہ ایمڈن کے تاخت و تاراج سے ہندوستان کی ناواقف پبلک پریشان ہو رہی تھی، تو صرف الہلال ہی تھا جسنے ہندوستان کی اندرونی فوجی استعداد کے مسلسل مناظر شائع کر کے پبلک کے اندر کس درجہ اطمینان اور اعتماد پیدا کر دیا؟ کیا اس نے وہ دس سے زیادہ تصویریں نہیں دیکھی ہیں جن میں میدان کلکتہ کی فوجی حرکت، ہزارہا والنٹیروں کی قواعد، توپخانوں کی مشق، اور جرمن اور آسٹرین جہازوں کی تصویریں جو قید کر لئے گئے ہیں، نمایاں کی گئی ہیں؟ کیا یہ سب کچھ ایک پر اسرار جرمنیزم ہے جس کی نہ تو شملہ کو خبر ہے اور نہ دارجلنگ کو مگر پایونیر کے پرنٹینگ ہاؤس کے اندر ان کی نسبت کوئی مافوق الفطرۃ الہام ہو رہا ہے؟

بلجیم کی خوش قسمتی

مضمون نگار نے ایک تصویر کا حوالہ دیا ہے جو ۷ اکتوبر کو الہلال میں نکلی

ہے اور جسمیں بلجیم کے متعلق " بدبخت " کا لفظ لکھا ہے۔ نیز قرآن کی ایک آیۃ لکھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ساری مصیبتیں خود اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ مگر ہم نہیں سمجھتے کہ ایسا لکھنے میں کونسی جرمنیت پوشیدہ ہے، جو اسقدر واضح ہے کہ اسے پایونیر نے بغیر تشریح کے چھوڑ دیا ہے؟ آج دنیا میں کون ہے جسے بلجیم کی بدبختی پر جو اس بے دردی کے ساتھ تباہ کر دیا گیا افسوس نہوگا، اور کیا جرمنی کا اس سے سلوک بدبختی نہیں بلکہ خوش قسمتی ہے؟ اگر پایونیر کے پاس ایسے مددگار موجود ہیں جو قرآن کی آیتوں کا ترجمہ کر سکتے ہیں، تو یقیناً اُسے مسلمانوں کے مذہبی اعتقاد کا بھی حال معلوم ہونا چاہیئے۔ بلاشبہ ہم مسلمان اپنے خدا کو رحیم و عادل سمجھتے ہیں اور ہمارا عام قاعدہ ہے، کہ ہر مصیبت کے وقت یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ ہوا اسکے خود ہم ہی ذمہ دار ہیں، خدا کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور مسلمانوں کی مذہبی تاریخ میں کوئی قصہ صلیب کے متعلق نہیں آیا ہے۔ پھر پایونیر ہم سے اس اعتقاد کے متعلق کیا چاہتا ہے؟

اگر " پایونیر " بر ہم ہے کہ " بلجیم " کو " بدبخت " کیوں کہا گیا تو اس کا صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ اسے " خوش قسمت " سمجھتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ بڑی ہی مسخر انگیز بات ہوگی، مگر ہم سمجھتے ہیں کہ جو شخص " جرمن پیش قدمی " کو " پیش قدمی " کے معنوں میں لینا جائز نہ سمجھتا ہو، جو محاصرۂ پیرس کے آثار کے تذکرہ کو بھی پسند نہ کرتا ہو حالانکہ تمام دنیا جسمیں وہ خود بھی شامل ہے محاصرہ کو بالکل قریب دیکھ رہی تھی، اور جو ایمڈن کی " کامیابیوں " کے بیان کو (باوجودیکہ وہ خود بھی اسے " کامیابیوں " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہی) الہلال کے صفحوں پر آنا خطرناک کہتا ہو حالانکہ انکی حقیقت سے منکر نہو، تو

ایک ایسی دماغی طوائف الملو کی (انارکی) کے لئے یہ کچھ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ عین اُسوقت جبکہ بلجیم کی ساری ہستی فنا ہوگئی ہو، اسے "خوش قسمت" کے نام سے اپنے رائٹنگ ٹیبل پر پکارتا ہو۔

اسلحۂ جنگ کی آخری نمائش

ان تمام مرحلوں کے طے کر لینے کے بعد اب مضمون نگار زیادہ مسلح ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے اور ادعاؤ فریب کی جگہ پہلی مرتبہ "ثبوت" کا حربہ پکڑتا ہے وہ ، ر اکتوبر کے الہلال سے ایک لمبا چوڑا اقتباس ترجمہ کرتا ہے جو اسکے خیال میں کلکتہ کے "پیرو جبر منزم" کے ثبوت کیلئے سب سے آخری قسم کی منزل ہے، اور جو اس قدر قوی ہے کہ اسکے پیش کرنے کے بعد اسکا کام بالکل پورا ہو جاتا ہے چنانچہ جونہی یہ اقتباس ختم ہو جاتے ہیں، وہ اس طرح جلد ہم سے رخصت ہو جاتا ہے گویا اس نے اپنے مشن کو بالکل مکمل کر دیا۔

اس نے الہلال کے مضمون "سقوط انٹورپ" کے ترجمہ کرنے کی وہ عظیم الشان ادبی مہم سر کرنی چاہی ہے جسکی نسبت وہ پہلے کہہ چکا ہے کہ "ترجمہ کے بعد اسکا اثر زائل ہو جاتا ہے" غالباً اسکا مقصد اس سے یہ ہے کہ سرکاری ترجمہ کے دفتروں کے سامنے ایک نمونہ ایسے ترجمہ کا پیش کیا جائے جسمیں ترجمہ کے بعد اصل خطرہ ضائع نہو بلکہ اور زیادہ ہیبت ناک و خطرناک ہو جائے۔

یہ مضمون کا وہ حصہ ہے جسمیں انٹورپ کے آخری واقعات مختصراً درج کئے گئے ہیں اور تمام دنیا کی طرح تعجب کیا گیا ہے کہ اسقدر مستحکم مقام کیونکر ساقط ہو گیا۔ نیز جرمنی کی نئی توپوں کا تذکرہ کیا ہے، جنکی نسبت ہندوستان بھر میں سب سے پہلی مرتبہ اور سب سے زیادہ خود "پائونیر" ہی نے خوف اور دہشت دلایا تھا۔

اس ترجمہ میں بہت سی غلط فہمیاں جمع کی گئی ہیں۔ وہ علم ادب کی اُس شاخ کا (اگر کوئی ایسی شاخ ہو) ایک بہترین نمونہ ہے، جسکا موضوع ایک زبان کے مضمون کو کسی دوسری زبان میں ضمنی اور پوشیدہ تحریفات کے ذریعہ بدل دینا قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے سامنے "پایونیر" نے کوئی نمونہ ایسے غیر مفتوح لٹریچر کا تو پیش نہیں کیا جو انگریزی میں آنے کے بعد اپنا اثر کھو دیتا ہے" البتہ ان اقتباسات کے ذریعہ ایک عمدہ نمونہ وہ اپنی ادبی ہوشیاری کا ضرور دکھلا سکا ہے، جو ایک بے خطر چیز کو بھی خطرناک بنا دے سکتی ہے۔

ماہِ ربیع الاوّل

ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ !

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السماوات والارض پانی برساتا ہے؛ جب انسان اپنی غذا کے لئے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیجدیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں، تو آسمانِ رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں:-

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا، فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ، فاذا اصاب بہ

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے اُبھارتی ہیں، اور جس طرح اُسکی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں۔ پس تم دیکھتے ہو کہ اُنکے اندر سے

من یشاء من عبادہ، اذا ھم یستبشرون - (۳۰-۴۷) مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے، پانی برسا دیتا ہے، تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

خدا کی تمام مثالیں اور دانائیاں جو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے کھولتا ہے ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں، تاکہ زمین کی ہر مخلوق انکی تصدیق کر سکے اور ان سے دانائی حاصل کر سکے۔ وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطری و صناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتا جنکو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کسی خاص طرح کی زندگی خاص طور کے علم، اور خاص طرح کے گرد و پیش کی ضرورت ہو، بلکہ اسکی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے، جبکو سُنکر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف، دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پا سکتے ہیں۔ پس اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے، اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کیلئے کسی رصد خانے کی قیمتی دوربین نہیں پائی ہے، اگر تم کو مادّہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے، اگر تم کسی دار العلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہتے ہو، اگر تم صحرائی ہو، اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشین ہو، اگر پھونس کی ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور لیٹنے کیلئے تمھارے حصے میں آئی ہے اور اس طرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اسکے حسن و جمال کو عناصر و ذوات خلقت کی آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈھو، تاہم تم انسان ہو، تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر، ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر، بارانِ رحمت کے ہر قطرہ کے اندر، اپنے خداوند حی و قیوم کو، اسکی حکمت و قدرت کو، اسکی رافت و رحمت کو، اسکے پیار اور محبت

کو دیکھ سکتے ہو اور اُسے پا سکتے ہو۔ تم میں سے کون ہے جس نے امید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے، اور اسکی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی اُمید کو نہیں ڈھونڈھا ہے؟

ومن آیاته ان یریکم البرق خوفا وطمعا

اور قدرت الٰہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں تو وہ آسمان پر بارش کی علامتوں کو پیدا کر دیتا ہے، اور تم اُمید و بیم کی نظروں سے اُنھیں دیکھتے ہو

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمھاری تشنہ و بیقرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کیلئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کیلئے بے قرار ہو جاتا ہے، کرۂ ارضی اپنی بیخودانہ حرکت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے، اسکی تمام کائنات نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھو دیتی ہے پرند اپنے گھونسلوں میں، ٹہنیاں درختوں میں، اور انسان اپنے گھروں میں پانی کیلئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اُٹھاتا ہے، تو وہ اپنی محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے، اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا، موت کے بعد زندگی کا پیغام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے؟

وینزل من السماء ماء فیحیی به الارض بعد موتها، ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون۔

اُس کی ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا جاتی ہے، تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے۔ یقیناً قدرت الٰہی کی اس نمود میں صاحبانِ فکر و عقل کے لئے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں!

(۳۰-ع ۲)

(۲)

یہ وہ انتظامِ الٰہی ہے جو پروردگارِ عالم نے انسان کے جسم کی غذا کیلئے کیا ہے، پھر کیا اس نے انسان کی روح کیلئے کچھ نہ کیا ہوگا؟ وہ رب الارباب جو زمین کی پکار سنکر اسے پانی دیتا اور جسم کی بے قراری دیکھکر اسے غذا بخشتا ہے کیا سرزمین روح ومعنی کی تشنگی کیلئے کچھ نہیں رکھتا، اور دل کی بھوک کیلئے اسکے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں؟

وہ کہ اسکی محبت زمین کی مٹی کو خشک نہیں دیکھ سکتی، اور درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سبز پتوں اور سرخ پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا، کیا روحِ انسانی کو ہلاکت وبربادی کیلئے چھوڑ دیگا، اور عالم انسانیت کا مرجھاجانا اسے خوش آئیگا؟ وہ رب العالمین جو تمھارے جسم کو غذا دیکر موت سے بچاتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ تمھاری روح کو ہدایت دیکر ضلالت سے نہ بچائے؟

جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ:-

من ربکما یاموسیٰ! (۲۰-۵۱) تمھارا پروردگار کون ہے اے موسیٰ!

تو حضرت موسیٰ نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی نسبت خبر ہی دی بلکہ اسکی ربوبیت کی دلیل قطعی وفطری بھی چند لفظوں میں فرمادی:-

ربنا الذی اعطیٰ کل شیئ خلقہ ثم ھدیٰ (۲۰-۵۲) ہمارا رب وہ ہے، جو "رب" ہے، اور اسلئے اسکی ربوبیت نے کائنات کی ہر چیز کو اسکی خلقی ضروریات بخشیں، پھر اسکے بعد اُن کی ہدایت کردی تاکہ صحیح اور فطری طریقہ پر کاربند رہکر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں۔

پس اُسنے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوت نشو ونما رکھی، اور پھر پانی برساکر اسکی ہدایت کردی، یعنی اُسکے آگے نفوذ وعمل کی راہ کھولدی، اور جسکی ربوبیت

نے عالم ہستی کے ایک ایک ذرہ کیلئے خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان کردیا، انسان کو بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور اسکے لئے بھی خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان رکھتا ہے۔

اسکی ربوبیت نے جس طرح جسم کیلئے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح روح کی غذا کیلئے بھی اسکے آسمانوں کی وسعت معمور ہے جسطرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات ونمو کیلئے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، بجلیاں چمکتیں، اور موسلا دھار پانی برستا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اقلیم روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کیلئے ترستی ہے، تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کیلئے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں، اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں، تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہوجاتا ہے اور خدا کے کلمۂ حق وصدق کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشے اور ہر حصے میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے، تو اسوقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیئے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے۔ وہاں انسانیت ہلاک ہوجاتی ہے تو خدا کی ہدایت اسے پھر اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

وھو الذی یرسل	اور وہ پروردگار عالم ہی تو ہے کہ بارش سے پہلے ہوائوں کو بھیجتا
الریاح بشرا بین	ہے جو باران رحمت کے آنے کی خوشخبری سنا دیتی ہیں۔ یہاں تک
یدی رحمتہ، حتی	کہ جب اس کا وقت آجاتا ہے تو وہ وزنی بادلوں کو حرکت دیتی ہیں
اذا اقلت سحابا	اور ہم انھیں ایک ایسے شہر کے اوپر لیجا کر پھیلا دیتے ہیں جو ہلاک
ثقالا سقناہ لبلد	ہوچکا ہے اور زندگی کے لئے پیاسا ہے۔ پھر پانی برستا ہے اور

میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات، کذالک نخرج الموتی لعلکم تذکرون۔ (۷-۵۵)

زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے۔ اسکی نمو بخشی سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور مخلوقات اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم مردوں کو بھی اُٹھاتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے سو در اصل ایک مثال ہے تاکہ تم دانائی اور سمجھ حاصل کرلو۔

(۳)

عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا، وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی جسکے فیضانِ عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سُنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤنگا، اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الٰہی کی نمود ہوگی، سو بالآخر وہ آگیا، اور سعیر و فاران کی چوٹیوں پر اسکے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبۂ آخری تھا، یہ سلسلۂ ترسیل رسل و نزولِ صحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ امۃ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اسلئے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ کی ولادت با سعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

(۴)

یہی واقعۂ ولادتِ نبوی ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا، اور یہی ماہِ ربیع الاول ہے جس میں اُس امۃ مسلمہ کی بنیاد پڑی جسکو تمام عالم کی ہدایت

وسعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستانِ حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی، یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اُس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیساکہ ہمیشہ ہوا ہے، اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے، بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا، یہ تمام نوعِ انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی پادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں، اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال وجبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی!!

پس یہی دن سب سے بڑا ہے، کیونکہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اسکی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرۂ ارضی کی ایک عام اور مشترک عظمت ہے، جسکو وہ اُسوقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اُسکو سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے، اور جب تک کہ اُسکی زمین اپنی زندگی اور بقاء کیلئے عدالت وصداقت کی محتاج ہے۔

(۵)

دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں۔ یہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں، اسلئے ان انسانوں کی پیدائش کے ایام کو بھی دنیا عظمت کے ساتھ یاد رکھنا چاہتی ہے، اور اس اعتبار سے اسکی یادگاروں کی فہرست بڑی ہی طویل ہے۔ اس میں پادشاہوں کے زرنگار تختوں کی قطاریں ہیں، فاتحوں کی بے پناہ تلواروں کی جھنکار ہے، سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کی ہیبت ہے، حکیموں کی حکمتوں اور دانائیوں کے دفاتر ہیں، فلاسفہ وعلماء کے

علوم و صحائف کے خزائن ہیں، صناعوں کی ایجادیں ہیں، وطن پرستوں کے مواعظ ہیں، قومی پیشواؤں اور ملکی داعیوں کی جانفشانیوں اور سرفروشیوں کی داستانیں ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا اگر اپنی عظمت کے اصلی دن کو یاد رکھنا چاہتی ہے، تو اُن میں سے کس کو یاد رکھے؟

ان میں سے کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑی چیز دی ہے، تاکہ وہ بھی سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اُسی کی یاد کو پیار کرے؟

(۶)

آؤ، ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو دیکھیں جنھوں نے دُنیا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوکِ شمشیر پر رکھ لیا، اور ایسے ایسے عجیب وغریب ایوانوں اور محلوں میں بسے جنکی دیواریں اور چھتیں چاندی سونے اور لعل وجواہر سے بنائی گئی تھیں، انھوں نے بہت زیادہ مال ومتاع جمع کیا، انکے پاس لوہے کے بہت زیادہ آلات خونریزی تھے، اور ان کی اطاعت وغلامی میں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا، پس اُنکی پیدائش کے واقعہ کو بھی سب سے زیادہ عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش ہونا چاہئے۔

لیکن اگر دُنیا اُنکی پیدائش کو یاد رکھے، تو بتلاؤ کہ دنیا کیلئے انھوں نے کیا کیا؟ ان کی فتوحات بہت وسیع تھیں، اور ان کی وہ دولت جو انھوں نے زمین کی بستیوں کو اجاڑ کر لوٹی تھی، بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر آتی تھی؛ لیکن دنیا کو اس سے کیا ملا کہ دنیا کی گردن انکی یاد کے آگے جھکے؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے تو اسکو یوں کہو کہ انھوں نے سب سے زیادہ زمین کو ویران کیا، سب سے زیادہ اسکی آبادیوں کو اُجاڑا، سب سے زیادہ خون کی ندیاں بہائیں، اور سب سے زیادہ خدا کے بندوں کے گلے میں اپنی غلامی کی لعنت کا طوق ڈالا۔ پھر

کیا دُنیا اپنی ویرانیوں، اپنے قتل و غارت، اپنے نہب و سلب، اور اپنی غلامی کی ملعنت کے ناپاک دنوں کو یاد رکھے؟ اور جنکی ابلیسیت نے یہ لعنت پھیلائی تھی، اُنکی پیدائیش کی نحوست پر خوشیاں منائے؟

سکندر دنیائے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا، جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی، لیکن دنیا اگر اسکی پیدائش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی؟

یہ دنیا کی ویرانیوں، ہلاکتوں، اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھ آئیگا!

دنیا میں جسقدر بادشاہ پیدا ہوئے، اگر تم انکی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو، تو اسکے سوا اور کچھ نہوگا کہ وہ جتنے بڑے بادشاہ تھے اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے، اتنے ہی زیادہ انکی فطری قوتوں کیلیئے پتھر تھے، اتنے ہی زیادہ انکی قدرتی حرکت و نشو کیلیئے زنجیر تھے، اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کیلیئے انکے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی۔

پس جنکا وجود خود دنیا کیلیئے ایک زخم تھا، وہ ان کی یاد میں اپنی گم شدہ شفا کیونکر پا سکتی ہے؟

(۷)

حکما کی حکمت، فلاسفہ کا فلسفہ، صناعوں کی ایجادیں، بلاشبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں، لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں تو انھیں بتلانا چاہیئے کہ انھوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھ اور زمین کی حقیقی مصیبت کیلیئے کیا کیا؟ آسمان کی

فضا میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں۔ بلاشبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہمکو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں، ان میں ثوابت ہیں، سیارات ہیں اور ان کی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں۔ لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی، تو اسوقت بھی بیمار تھی، اور یہ معلوم کرکے بھی بیمار ہی رہی۔ اسکا اصلی دکھ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے، بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہے کہ انسان خود اپنی نسبت، اپنی فطرت صالحہ کی نسبت، اپنی راہِ سعادت کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتا۔

اُس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جسنے انسان کیلئے فن تعمیر ایجاد کیا، تاکہ وہ پائدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے، تو تمھیں بتلانا چاہئے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھکر نیک اور سچا انسان نہ تھا، مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر بسکر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گم شدگی ہے، سعادتِ انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جسکی ڈھونڈھ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہ و بالا ہو رہا ہے۔ پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں، تو انکی ایجادوں نے انسان کو کسقدر امن دیا؟ کسقدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراطِ سعادت پر چلایا؟ طلسم حیات انسانی کا کونسا راز افشا کیا؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا؟ پھر اگر وہ یہ نہ کرسکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھ سکتی ہے، پر انکی یاد میں اسکے لئے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی، کیونکہ اُنھوں نے اسکے اصلی دکھ کیلئے کچھ نہیں کیا!

(۸)

اچھا، دنیائے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھ ہے اُسے چھوڑ دو، کلدان و بابل اور

یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور منہدم شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کیلئے کچھ نہ تھا، تو بہت ممکن ہے کہ آج لنڈن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کر دینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز ملجائے، جسکے لئے ابتدائے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے!

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوئی ہے، ضرور ہے کہ وہ سب کے سب اسوقت تمھارے سامنے ہوں، کیونکہ ہماری موجودہ صحبت انکے اعادے کی متحمل نہیں۔ ہمکو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں۔ انکی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا، انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں، وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کر سکی تھیں۔ انھوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی اور انھیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے، جنکے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گھر بنا دیا ہے۔ پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے، جن سے موجودہ تمدن کی فضا بھر گئی تھی، اور جنکے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے، حالانکہ سب سے بڑا قدرت خدا ہے۔

لقد استکبروا فی انفسھم — بلاشبہ انھوں نے یہ کہکر اپنے اندر بڑا گھمنڈ پیدا کیا۔
وعتوا عتوا کبیرا (۲۵-۲۱) — اور بڑی سخت درجہ کی سرکشی کی!

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکانے کیلئے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغروربت کی طرف جاتی ہے، تو اسے کیا جواب ملتا ہے؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ملعون بت چور چور کر دیا گیا ہے، اور خدا کا

وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھ جو قوم ثمود و عاد، اور بڑی بڑی آبادیوں، اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دیچکا تھا، اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے۔ تم یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خوں ریزی پر چارپایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانوں کی طرح نظر ڈالو، اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے۔ یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے۔ یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے، یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے، یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے، یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے، جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو ڈس رہا ہے، اور اس طرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے:۔

یخربون بیوتھم بایدیھم (۵۹-۲۰) اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے اجاڑ رہے ہیں

پس اگر مسکین دنیا اُن انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے بادشاہ تھے، علم کے فرمان فرما تھے، اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے، تو تم اُسکا ہاتھ پکڑو، اور اسے آج یورپ کے اُن میدانوں کے سامنے لیجا کر کھڑا کر دو، جہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھویں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضاء کے اندر بچھایا گیا ہے، اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں، سرخ سرخ خون کی ندیوں، اور انسان کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اُسکے سنہری ستون عظمت نصب کئے گئے ہیں۔ پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکرگذاری کیلئے اُن عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے، جو آج گیہوں اور جو کے لئے روتے ہیں کیونکہ ہوا میں اُڑنے کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم انکے لئے کچھ کام نہ آیا!!

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلئے چُنے گی؟ کیا وہ اس سب سے

بڑے فلسفی کو یاد کرے گی، جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی، جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچا دیا؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جسپر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں، ایسے مہلک بم اور شل، اور ایسے بے پناہ مرکبات بنا دیے جن کے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہو جاتی ہیں، اور منٹوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بھر جاتی ہیں؟ اچھا، بھاپ کی طاقت کے موجد کو بلاؤ، اسکی بڑائی کیسی عجیب تھی جس نے بھاپ کی غیر معلوم طاقت کو انسان کے تابع کر دیا؟ لیکن آہ! وہ اُس دنیا کیلئے کیا کرے جو موت کی نہیں، بلکہ زندگی کی بھوکی ہے، اور دیکھ رہی ہے کہ بھاپ کے شیطان ہی کے اندر وہ سب سے بڑی بے پناہ خباثت ہے جسنے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پھنکار ماری ہے، اور تمام انسانی علم و دانائی اسکے بچاؤ کے لئے بیکار رہے؟

پھر کیا دنیا تمدن و علم کے اُن مغرور بانیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنھوں نے اسکی موت اور ہلاکت کیلئے تو سب کچھ کیا، پر اسکے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کیلئے کچھ نہ کر سکے؟ انکے پاس انسانوں کے اُڑنے، سمندروں کے اندر جانے، بجلی کو قابو میں کرنے، ہوا کے تموّج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے، اور خوش گو بجنے والے باجوں اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کیلئے تو بڑا ذخیرہ ہے، لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے، خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے، امن اور راحت کی بادشاہت کے قائم کرنے، ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے، طاقت اور حکم کے

جبر سے ضعف اور ناتوانی کو بچلنے ، اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں ، بلکہ انسانوں کی طرح بسا دینے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔

تم نے یورپ کے تمدن کی کتوں کی طرح لوٹ کر ، اور بھیڑوں کی طرح چل کر ہمیشہ پرستش کی ہے ، اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اُڑائی ہے کہ وہ آخرت آخرت کہتا ہے مگر یورپ کی طرح دنیا کیلئے کچھ نہیں تبلاتا ، لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیۃ کو سمجھ سکو جسکے متعلق حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اسکی تلاوت آخری زمانے کے فتنہ سے بچائے گی :-

ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا - اولٰئک الذین کفروا بآیٰت ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا (۱۸-۱۰۴)	تم کو تبلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام و نامراد کام کرنے والے کون ہیں ؟ وہ جنکی تمام قوۃ سعی صرف دنیا کی زندگی سنوارنے ہی میں کھوئی گئی اور جہل حقیقت نے انہیں یہ گھمنڈ پیدا کر دیا کہ وہ بہت ہی خوبیوں کا کام کر رہے ہیں ، یہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی نشانیوں اور اسکے رشتے کو نہ سمجھا اور اس سے انکار کیا - پس انکا تمام

کیا دھرا برباد گیا اور قیامت کے دن انھیں کوئی وزن نصیب نہ ہوگا۔

دوسری جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ تبلائے :-

یعلمون ظاھرا من الحیٰوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غافلون (۳۰-۷)	صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری پہلو انھوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرۃ کے علاقوں سے بالکل غافل ہو گئے ہیں

" آخرۃ " سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کر دیے جائیں بلکہ اسکی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جسنے اپنے تئیں صرف دنیا ہی کے لئے وقف کر دیا اور اسکے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اسکے رشتے کیلئے کوئی وقت

اور فکر نہ نکال سکی - نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کرلی جسکا نام تمدن رکھا گیا ہے، لیکن وہ شے حاصل نہ کرسکی جو انسان کیلئے امن حقیقی کی راہ، اور سلام و سعادت فطری کی صراطِ مستقیم ہے۔

(۹)

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ اُن انسانوں کا حال ہے جنکی بڑائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں۔ لیکن اگر دنیا کیلئے اُن کی پیدائش کی یاد میں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آجائیگی، اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لیگی - وہ بانیانِ مذہب کی عظمتوں کا نظارہ کریگی، وہ خدا کے رسولوں اور اُسکے پاک پیامبروں کے پیغامبروں کو ڈھونڈھیگی!

ہاں، اگر دُنیا ایسا کرے تو یہ فی الحقیقت اُسکی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا، اُسکے دائمی درد اور بے قراریوں کیلئے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کروٹ ہوگی، اور وہ بلاشبہ منزل مقصود کو پالے گی - قرآن حکیم نے بھی اُسکے دُکھ کا یہی علاج تبلایا ہے، اور جبکہ وہ پادشاہوں، قومی پیشواؤں، کاہنوں، اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں کے دامنِ غرور میں لپٹی ہوئی تھی، تو اسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے، اور اُنہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے:-

اھدنا الصراط المستقیم	خدایا تو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا، وہ صراطِ مستقیم
صراط الذین انعمت علیھم	جو تیرے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالح بندوں
(۱ - ۵)	کی راہِ عمل ہے!

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آکر وہ کونسی زندگی ہے، جس کے اعمالِ دعوۃ کے اندر دنیا کو پیام امن و سعادت ملسکتا ہے؟

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں، وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک سمیا طیقی سلسلہ ہے جسکے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں ابتک دنیا میں باقی ہیں۔ دوسرا آرین سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیانِ مذہب وابستہ ہیں۔

پھر دنیا کیلئے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے، تو وہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور انکی پیدائش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دیگی۔ لیکن اگر اس نے ایسا کرنا چاہا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعمال حیاۃ میں اپنے لئے پیام امن ڈھونڈھے۔ حضرت موسیٰ کی حیاۃ مقدس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مصر کی ایک جابر وظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی، اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکال کر جو انسانیت کیلئے سب سے بڑی ناپاکی ہے، حکومت اور امن وعزت کی طہارت تک پہنچا دیا۔

بلاشبہ اُنھوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کیلئے بڑا ہی مقدس جہاد کیا، اور یہ انکا یادگارِ عالم اُسوۂ حسنہ ہے جسکی دنیا کو تقلید کرنی چاہئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اُنھوں نے تمام دُنیا کیلئے کیا کیا؟ دُنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام نہیں ہے۔ غیر الٰہی عبودیت کی زنجیریں صرف بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہیں تھیں، بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں اس کے بوجھ سے زخمی تھے، پس دنیا کیلئے وہی تلوار محبوب ہوسکتی ہے جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیروں ہی کو نہ کاٹے، بلکہ دُنیا کے تمام فرعونوں کے تخت غرور کو اُلٹ دے؟

انھوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی، مگر تمام دُنیا

غلامی سے نکلنے کی آرزومند ہے۔

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے۔ لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ اسکے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہینگی، ہم اُنھیں حضرت مسیح کے نام سے قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح نے کہا کہ میں صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا۔ (متی ۵-۱۷) اُنھوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے۔ نیز اُنھوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا لہ اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا۔ پس در اصل اُنھوں نے جو کچھ بھی خدمت کرنی چاہی، وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی۔ تمام دُنیا کیلئے اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔

پھر اُن کا ظہور اُس وقت ہوا جبکہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا، اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھیں، لیکن اُنھوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھ کہا، اور نہ اس سے کچھ تعرض کیا۔

پہلی صدی مسیحی کے بعد جسقدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں، اُن کو حضرت مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھ تعلق نہ تھا، اور وہ سر تا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں۔ پولس نے تمام حواریانِ مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو بپتسما دینا شروع کیا، اور اس طرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کر لیا۔ پس اگر

لہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی ۹-۶)

دنیا حضرت مسیح کی طرف جھکنا چاہیگی، تو دنیا کو اُن کے کارنامۂ حیات کیلئے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھ آئے گی، جسکے اندر انکے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آسکتے ہیں۔ اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں، لیکن ان میں دنیا کیلئے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے۔

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو۔ نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے، سب سے پہلے دعوت، اعلان، ادعا، اور نفس تعلیم کا سوال ہے۔ دنیا حضرت مسیح کی یاد پر کیونکر قناعت کرلے جبکہ خود انھوں نے دنیا کیلئے کچھ نہ کیا، بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا، مردود کیا، اور اسکے ساتھیوں کو، اسکے دوستوں کو، اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی بادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا؟ حتیٰ کہ ایک آخری فتویٰ دیدیا "تم خدا اور دنیا، دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے" (متی ۶-۲۵) "اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلجانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی ۱۹-۲۳)

اس سے بھی درگذر کرو، اور اسکی بہتر سے بہتر توجیہ جو کر سکتے ہو کرلو۔ نیز پولس کی دعوۃ ہی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت تسلیم کرلو، اور ان تمام قوموں کو جنھوں نے مسیح کے نام پر بپتسما کا پانی اپنے اوپر چھڑکا، مسیحی دعوت کا پھل مان لو، لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے؟ جب تک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی، جبوقت تک مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا، اور جب تک کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا، تاریخ شاہد ہے کہ اُس وقت تک اُسکا وجود دنیا کیلئے، دنیا کے علم و تمدن کیلئے، آبادی و عمران کیلئے، اخلاق و پاکیزگی کے لئے

اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی فطری حریت اور شرف انسانیت کیلئے ایک بدترین لعنت رہا، جس نے جلایا، ویران کیا، مسمار کیا، قتل کیا، جیل خانے بھرے، زبانوں پر مہریں لگائیں، انسانی دماغوں کو معطل کیا، لیکن انسان اور انسانیت کی راستی و ترقی کے لئے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا۔ مشہور مورخ گیزو، سیدیو، لامارے، اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لئے بہترین راوی ہیں۔

لیکن جسوقت سے کہ مسیحیت کی قوت نے شکست کھائی، تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا، مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقہ غلامی سے یورپ آزاد ہو گیا، تو اسوقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی۔

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کے لئے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی، تو خود اسکے بانی ہی نے ہمیں معیار حق و باطل بھی بتلا دیا ہے، کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" (مرقس ۱۹-۱۷) پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدائش کے اندر اپنی خوشی کو ڈھونڈھے، تو اسکو انسان کی امن و سلامتی اور فطرۃ کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑے گا، کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے۔

پھر کیا دنیا اسکے لئے طیار ہے؟

یہ جو کچھ تھا، مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بنا پر تھا۔ لیکن اگر اس پر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کر دیا جائے جو اقوام یورپ کے اعمال تمدن سے وابستہ ہیں، تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جائے گی۔

اسکے بعد مذاہبِ عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کیلئے انکے پاس بھی کوئی پیامِ سعادت نہیں عظیم الشان گوتم بدھ کی تمام تعالیم و وصایا کا ماحصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ "نجات دنیا کے ساتھ رہ کر حاصل نہیں ہوسکتی"۔ پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرا دیا۔ دنیا انکے پاس جاکر کیا سکھ حاصل کریگی؟ پھر اس نے جو کچھ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو، لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اسکی دعوت محدود رہی۔ ہندوستان میں اُسے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جاکر محدود ہو گئی۔ پس زمین اپنی اس مصیبت کے لئے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے، عظیم الشان بدھ سے کیا حاصل کرسکتی ہے؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور ان کی پراثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کرسکتے تاہم دنیا کے لئے اُن کے بانیوں کی عظمت کے اندر کیا خوشی ہوسکتی ہے جبکہ کوہ ہمالہ کی دیواروں اور بحرِ عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے، مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں۔

(۱۰)

پس دنیا اگر اپنی نجات کے لئے بے چین ہے تو اس کے لئے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے، اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے۔ اسکا دکھ ایک ہی ہے، اسلئے اس کی شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔ اسکا پروردگار ایک ہے، جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا ہے اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اسکے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے۔ پس اس کی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے، اور گو بہت سے ستارے

اس کی روشنی سے اکتسابِ نور کرتے ہوں، مگر ان سب کا مرکز و مبدأ نورانیت ایک ہی ہے۔

قرآن حکیم نے آفتاب کو "سراج" کہا:۔

وجعلنا سراجا وھاجا (۷۸-۱۴) اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا۔

اور اسی طرح اسکے ظہور کو بھی "سراج" کہا جسکی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارضی کی ظلمتوں کے لئے پیامِ صبح تھی۔

انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا، وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا (۳۳ ع ۶) اے پیغمبر اسلام! ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادت انسانیت کی خوشخبری پھیلانے والا، اللہ کی طرف اسکے بندوں کو بلانے والا، اور دنیا کی تاریکیوں کے لئے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا۔

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کے لئے یہی ایک آفتابِ ہدایت ہے، جس کی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نورِ بشارت پا سکتی ہے اور اسلئے صرف وہی ایک ہے جسکے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی اور اگر اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑیگا، اور اسی کو اپنا کعبۂ امید بنانا پڑے گا۔

اس مقدس پیدایش نے دنیا میں ظاہر ہو کر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں، بلکہ اسنے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الٰہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظہور ہے۔ اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا، بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی، اور ان کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا

اس نے اُس خدا کی محبتوں کی طرف دعوۃ نہیں دی جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اُس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ہستی کا پروردگار ہے، اور اسلئے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ہم کو دنیا میں سکندر ملتا ہے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاہا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے کسی رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا ہو۔ اسکا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغاز خلقت سے ابتک کیا گیا ہے، اور اسلئے اگر دنیا نسلوں، قوموں، اور رقبوں کا نام نہیں ہے بلکہ مخلوقات الٰہی کی اُس پوری نسل کا نام ہے جو کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے، تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلان عام کے آگے جُھک جائے اور صرف اسی کی پیدائش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:-

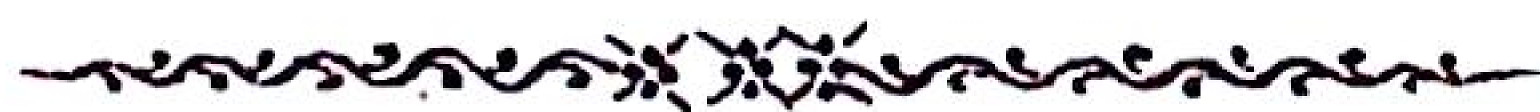
تبارک الذی نزل الفرقان	کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اُس کی
علی عبدہ لیکون للعالمین	جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ
نذیرا (۲۵-۱)	وہ قوموں اور ملکوں ہی کیلئے نہیں بلکہ تمام عالموں کی

ضلالت کے لئے ڈرانے والا ہو!

دنیا میں جس قدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات موجود ہیں، اگر دنیا ان کو بھلا دیگی، تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہوگی، کیونکہ اس سے زیادہ انھوں نے کچھ نہ کہا، لیکن اگر ربیع الاوّل کو اس نے بھلا دیا، تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہوگا، کیونکہ ربیع الاوّل کی رحمت کسی ایک سرزمین کے لئے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لئے تھی۔

(۱۱)

یہاں تک جو کچھ حوالۂ قلم ہوا، یہ محض ایک تمہید تھی اور اسلام کی رحمت عامہ کا ایک سرسری مطالعہ۔ لیکن اسکے بعد اصلی سوال ہمارے سامنے آتا ہے۔ یعنی اس پیدائش نے دنیا کی حقیقی اور عالمگیر مصیبت کے لئے کیا کیا؟ اور انسانیت کی سعادت وارتقار فطری کی کیونکر تکمیل کی؟ اس بحث عظیم کا احاطۂ واستقصا تو ممکن نہیں، لیکن چند سرسری اشارات کئے جاتے ہیں۔[۱]



[۱] چونکہ اس مضمون کا باقی حصہ "تازہ مضامین" میں شائع ہو چکا ہے لہذا دفع تکرار کے خیال یہاں درج نہیں کیا گیا۔ "تازہ مضامین" منشی مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت۔ محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ سے طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے۔

تاریخ فرضیتِ حج

اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجموعۂ تعلیم ہدایت کو بالکل بھلا دیا تھا، لیکن اُنھوں نے خانۂ کعبہ کے کنگرے پر چڑھ کر تمام دنیا کو جو دعوت عام دی تھی، اُسکی صدائے بازگشت اب تک عرب کے در و دیوار سے آرہی تھی :۔

واذ بوّأنا لابراہیم مکان	اور جب ہم نے حضرت ابراہیم کے لئے ایک معبد قرار دیا اور
البیت ان لاتشرک بی شیئا	حکم دیا کہ ہماری قدوسیت و جبروت میں اور کسی چیز کو شریک
وطہر بیتی للطائفین و	نہ ٹھہرانا، اور اس گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود
القائمین والرکع السجود۔	کرنے والوں کیلئے ہمیشہ پاک مقدس رکھنا؛ نیز ہم نے حکم دیا
واذن فی الناس بالحج یاتوک	کہ دنیا میں حج کی پکار بلند کردو! لوگ تمہاری طرف دوڑتے
رجالا وعلی کل ضامر یاتین	ہوئے چلے آئینگے۔ ان میں پیادہ پا بھی ہونگے اور وہ بھی جنھوں نے
من کل فج عمیق۔	مختلف قسم کی سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطع مسافت کی ہوگی۔

بدعات و محدثات جاہلیت

لیکن سچ کے ساتھ جب جھوٹ ملجاتا ہے تو وہ اور بھی خطرناک ہوجاتا ہے۔ اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت قدیمہ کو ابتک زندہ رکھا تھا لیکن بدعات و اختراعات کی آمیزش نے اصل حقیقت کو بالکل گم کردیا تھا۔

(۱) خدا نے اپنے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیام کی اجازت صرف اس شرط پر دی تھی کہ "کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا" "ان لاتشرک بی شیئا"۔ لیکن اب خدا کا یہ گھر تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز بن گیا تھا، اور اُن کا طواف کیا جاتا تھا۔

(۲) خدا نے حج کا مقصد یہ قرار دیا تھا کہ دنیوی فوائد کے ساتھ خدا کا ذکر قائم کیا جائے، لیکن اب صرف آباو اجداد کے کارنامہائے فخر و غرور کے ترانے گائے جاتے تھے۔

(۳) حج کا ایک مقصد تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنا تھا۔ اسی لئے تمام عرب بلکہ تمام دنیا کو اس کی دعوت عام دی گئی اور سب کو وضع و لباس میں متحد کر دیا گیا۔ لیکن قریش کے غرور و فضیلت نے اپنے لئے بعض خاص امتیازات قائم کر لئے تھے جو اصولِ مساوات کے بالکل منافی تھے۔ مثلاً تمام عرب عرفات کے میدان میں قیام کرتا تھا، لیکن قریش مزدلفہ سے باہر نہیں نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متولیانِ حرم حرم کے باہر نہیں جا سکتے۔ جس طرح آجکل کے امراء فسق و والیان ریاست عام مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں آکر بیٹھنے اور دوش بدوش کھڑے ہونے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

(۴) قریش کے سوا عرب کے تمام مرد و زن برہنہ طواف کرتے تھے۔ ستر عورت کے ساتھ صرف وہی لوگ طواف کر سکتے تھے جن کو قریش کی طرف سے کپڑا ملتا تھا اور قریش نے اسکو بھی اپنی اظہار سیادت کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا۔

(۵) عمرہ گویا حج کا ایک مقدمہ یا جزو تھا، لیکن اہل عرب ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے، اور کہتے تھے کہ "جب حاجیوں کی سواریوں کی پشت کے زخم اچھے ہو جائیں اور صفر کا مہینہ گذر جائے، تب عمرہ جائز ہو سکتا ہے"۔

(۶) حج کے تمام اجزاء و ارکان میں یہود یانہ رہبانیت کا عالمگیر مرض ساری ہو گیا تھا۔ اپنے گھر سے پا پیادہ حج کرنے کی منت ماننا، جبتک حج ادا نہو جائے خاموش رہنا، قربانی کے اونٹوں پر کسی حالت میں سوار نہ ہونا، ناک میں نکیل ڈالکر جانوروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا، زمانۂ حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ سے نہ گھسنا

بلکہ پچھواڑے کی طرف سے دیوار پھاند کے آنا، درو دیوار پر قربانی کے جانوروں کے خون کا چھاپہ لگانا عرب کا عام شعار ہوگیا تھا۔

ظہور اسلام و تذکیۂ حج

اسلام درحقیقت دین ابراہیمی کی حقیقت کی تکمیل تھی۔ اسلئے وہ ابتداہی سے اُس حقیقت گم شدہ کی تجدید و احیاء میں مصروف ہوگیا جسکا قالب حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔ اسلام کا مجموعۂ عقائد و عبادات صرف توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے مرکب ہے۔ لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی ہیئت ترکیبی مکمل ہوتی ہے۔ اور یہ تمام ارکان اسکے اندر جمع ہوگئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو صرف خانۂ کعبہ ہی کے ساتھ معلق کردیا:۔

انما امرت ان اعبد رب ھذہ	مجھکو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے خدا
البلدۃ الذی حرمہا ولہ کل شئ	کی عبادت کروں جس نے اُسکو عزت دی، سب کچھ
وامرت ان اکون من المسلمین (قصص)	اُسی خدا کا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُسکا فرماں
	بردار مسلم ہوں۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر موقع پر حج کے ساتھ اسلام کا ذکر بطور لازم و ملزوم کے کیا:۔

ولکل امۃ جعلنا منسکا	ہم ہر ایک امت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے
لیذکروا اسم اللہ علی مارزقہم	اُن کو جو چار پائے بخشے ہیں اُن کی قربانی کے وقت خدا
من بھیمۃ الانعام، فالھکم	کا نام لیں پس تم سب کا خدا ایک ہی ہے اُسی کے تم سب
الہ واحد فلہ اسلموا وبشر	فرمانبردار بن جاؤ اور خدا کے خاکسار بندوں کو حج کے

المخبتین (ج) ذریعہ دین حق کی بشارت دو

اسلام خدا کا ایک فطری معاہدہ تھا جسکو انسان کی ظالمانہ عہد شکنی نے بالکل چاک چاک کر دیا تھا اسلئے خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ناخلف اولاد کو روز اوّل ہی اُسکے ثمرات سے محروم کر دیا:۔

واذا ابتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات	جب خدا نے چند احکام کے ذریعہ ابراہیم کو آزمایا اور وہ
فاتمهن قال انی جاعلك للناس	خدا کے امتحان میں پورے اُترے، تو خدا نے کہا کہ اب میں
اماما قال ومن ذریتی ؟ قال	تمھیں دُنیا کی امامت اور خلافت عطا کرتا ہوں۔ اسپر
لاینال عهدی الظالمین (بقره)	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:۔ اور میرے اولاد

کو بھی؟ ارشاد ہوا کہ ہاں، مگر اس قول و قرار میں ظالم لوگ داخل نہیں ہو سکتے۔

اُمّتِ مُسلِمہ

خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن "کلمات" کے ذریعہ آزمایا اور جنکی بنا پر انھیں دُنیا کی امامت عطا ہوئی وہ اسلام کے اجزا اوّلین یعنی توحید الٰہی، قربانی تفس و جذبات، صلوٰۃ الٰہی کا قیام، اور معرفۃ دین فطری کے امتحانات تھے۔ اگرچہ اُن کی اولاد میں سے چند ناخلف لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا اور اس موروثی عہدے سے محروم ہو گئے قال لاینال عهدی الظالمین لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کے اندر ایک دوسری امت بھی چھپی ہوئی تھی) جنکے لئے خود اُنھوں نے خدا سے دعا کی تھی

ان ابراهیم کان	حضرت ابراہیم گو بظاہر ایک فرد واحد تھے مگر ان کی فعالیت روحانیہ
امة قانتة	والہیہ کے اندر ایک پوری قوم قانت و مسلم پوشیدہ تھی۔

(۱۲ - ع ۱۴)

اجزاء حج

اب اس "امت مسلمہ" کے ظہور کا وقت آگیا اور وہ رسول مزکی و موعود غار حرا کے تاریک گوشوں سے نکل کر منظر عام پر نمودار ہوا تاکہ اُس نے خود اس اندھیرے میں جو روشنی دیکھی ہے، وہ روشنی تمام دنیا کو بھی دکھلا دے۔

یخرجھم من الظلمٰت الی النور — وہ پیغمبر اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

لقد جاءکم من اللہ نور و — بیشک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور ہدایت

کتاب مبین۔ — اور ایک کھلی کھلی ہدایتیں دینے والی کتاب آئی۔

وہ منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے موروثی گھر کو ظالموں کے ہاتھ سے واپس لینا چاہا، لیکن اسکے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرح تدریج چند روحانی مراحل سے گذرنا ضرور تھا، چنانچہ اُس نے اُن مرحلوں سے بتدریج گذرنا شروع کیا۔ اُس نے غار حرا سے نکلنے کے ساتھ ہی توحید کا غلغلہ بلند کیا کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو عہد لیا تھا اُسکی پہلی شرط یہی تھی "ان لا تشرك بی شیئاً" پھر اُس نے صف نماز قائم کی کہ یہ گھر صرف خدا ہی کے آگے سر جھکانے والوں کے لئے بنایا گیا تھا وطہر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود اُس نے روزے کی تعلیم دی کہ وہ عنصر الطہارۃ حج کا جامع و مکمل تھا:۔

فمن فرض فیھن الحج فلا رفث — جس شخص نے ان مہینوں میں حج کا عزم کر لیا تو اُسکو ہر

ولا فسوق ولا جدال فی الحج (۱۹۷) — قسم کی نفس پرستی، بدکاری، اور جھگڑے تکرار سے

اجتناب کرنا لازمی ہے۔

اور روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان کو غیبت، بہتان، فسق و فجور، مخاصمت و تنازعت، اور نفس پرستی سے روکتا ہے جیسا کہ احکام صیام میں فرمایا ہے۔

ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا	پھر رات تک روزہ پورا کرو، اور روزہ کی حالت میں
تباشروھن وانتم عاکفون فی	عورتوں کے نزدیک نہ جاؤ، اور اگر مساجد میں اعتکاف
المساجد (بقرہ ۵)	کرو تو شب کو بھی اُن سے الگ رہو۔

اُس نے زکوٰۃ بھی فرض کردی کہ وہ بھی حج کا ایک اہم مقصد تھا۔

فکلوا منھا واطعموا　قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور فقیروں اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔
البائس الفقیر۔

فتح مکہ

اس طرح جب اس "امت مسلمہ" کا روحانی خاکہ تیار ہوگیا، تو اُس نے اپنی طرح ان کو بھی منظرِ عام پر نمایاں کرنا چاہا۔ اس غرض سے اُسنے عمرہ کی تیاری کی اور ۱۴۔ ۱۵ سو کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوا کہ پہلے اپنے آبائی گھر کو حسرت آلود نگاہوں سے دیکھ کر چلے آئیں لیکن یہ کاروان ہدایت راستے ہی میں بمقام حدیبیہ روکدیا گیا دوسرے سال حسب شرائط صلح زیارت کعبہ کی اجازت ملی اور آپ مکہ میں قیام کرکے چلے آئے۔ اب اس مصالحت نے راستے کے تمام نشیب و فراز ہموار کردیئے تھے، صرف خانہ کعبہ میں پتھروں کا ایک ڈھیر رہ گیا تھا اُسے بھی فتح مکہ نے ہموار کردیا:۔

دخل النبی صلی اللہ علیہ	آنحضرتؐ فتح مکہ کے دن جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے
وسلم مکۃ یوم الفتح وحول	تو اُسکے گرد تین سو ساٹھ بت نظر آئے۔ آپ اُنکو ایک
البیت ستون وثلثمائۃ	ایک لکڑی کے ذریعہ ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے
نصب فجعل یطعنھا بعود	جاتے تھے "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل
فی یدہ ویقول جاء الحق وزھق	کان زھوقا" یعنی حق اپنے مرکز پر آگیا اور باطل نے

الباطل (صحیحین) اُسکے سامنے ٹھوکر کھائی۔ باطل پامال ہونے ہی کے قابل تھا۔

فرضیت حج

اب میدان بالکل صاف تھا۔ راستے میں ایک کنکری بھی سنگ راہ نہیں ہوسکتی تھی۔ باپ نے گھر کو جس حال میں چھوڑا تھا۔ بیٹے نے اُسی حالت میں اُس پر قبضہ کرلیا۔ تمام عرب نے فتح مکہ کو اسلام وکفر کا معیار صداقت قرار دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اب وقت آگیا تھا کہ دنیا کو اس جدید النشاء "امت مسلمہ" کے قالب روحانی کا منظر عام طور پر دکھا دیا جاتا۔ اسلئے دوبارہ اُسی دعوتِ عامہ کا اعادہ کیا گیا جسکے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام عالم میں ایک غلغلہ عام ڈالدیا تھا مگر اس قوت کا فعل میں آنا ظہور نبی امی پر موقوف تھا۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ جو لوگ مالی اور جسمانی حالت کے لحاظ سے حج کی استطاعت رکھتے ہیں اُنپر اب حج فرض کردیا گیا۔

تکمیل حج

اس صدا پر تمام عرب نے لبیک کہا اور آپ کے گرد ۱۴۰-۱۴۴ ہزار آدمی جمع ہوگئے۔ عرب نے ارکان حج میں بدعات واختراعات کا جو زنگ لگا دیا تھا، وہ ایک ایک کرکے چھڑا دیا گیا۔ آباواجداد کے کارناموں کی بجائے خدا کی توحید کا غلغلہ بلند کیا گیا:۔

فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا (بقرہ) حج میں خدا کو اسی جوش وخروش سے یاد کرو جسطرح اپنے آباء واجداد کے کارناموں کا اعادہ کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ

قریش کے تمام امتیازات مٹا دیے گئے، اور تمام عرب کے ساتھ انکو بھی عرفہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا گیا۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ ، ان اللہ غفور رحیم (بقرہ)	اور جس جگہ سے تمام لوگ روانہ ہوں تم بھی وہیں سے روانہ ہو کرو۔ اور فخر و غرور کی جگہ خدا سے مغفرت مانگو کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

سب سے بدترین رسم برہنہ طواف کرنے کی تھی، اور مردوں سے زیادہ حیا سوز نظارہ برہنہ عورتوں کے طواف کا ہوتا تھا لیکن ایک سال پہلے ہی سے اس کی عام ممانعت کرا دی گئی۔

ان اباھریرۃ اخبرہ ان ابا بکرا الصدیق رضی اللہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التی امرہ رسول اللہ (صلعم) قبل حجۃ الوداع یوم النحر فی رھط یؤذن فی الناس، الا:- لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان	حضرت ابوہریرہ (رض) کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک حج کا امیر بنایا اور انھوں نے مجکو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک یا کوئی برہنہ شخص حج یا طواف نہ کر سکے گا۔

(بخاری جزو-۲-ص ۱۵۳)

زمانہ حج میں عمرہ کرنے والوں کو فاسق و فاجر کہا جاتا تھا، لیکن آنحضرت نے حجۃ الوداع میں عمرہ ہی کا احرام باندھا اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ پا پیادہ اور خاموش حج کرنے کی ممانعت کی گئی۔ قربانی کے جانوروں پر سوار ہونے کا حکم دیا گیا، ناک میں رسی ڈال کر طواف کرنے سے روکا گیا۔ گھر میں دروازے سے داخل ہونے کا حکم ہوا۔

لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من التقی	یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں پچھواڑے سے آؤ، نیکی تو صرف اس کی ہے جس نے پرہیزگاری اختیار

وأتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (بقرہ) پس گھروں میں دروازے ہی کی راہ سے آؤ، اور خدا سے ڈرو۔ یقین ہے کہ تم کامیاب ہوگے۔

قربانی کی حقیقت واضح کی گئی اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثار نفس و فدویت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اُسکا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہنچتا کہ اُسکے چھینٹے سے دیواروں کو رنگین کیا جائے۔ خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک صاف دلوں کو دیکھتا ہے:۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج) خدا تک قربانی کے جانوروں کا گوشت و خون نہیں پہنچتا، بلکہ اُس تک صرف تمھاری پرہیزگاری پہونچتی ہے۔

یہ چھلکے اُتر گئے تو خالص مغز ہی مغز باقی رہ گیا۔ اب وادی مکہ میں خلوص کے دو، قدیم و جدید منظر نمایاں ہوگئے، ایک طرف آب زمزم کی شفاف سطح لہریں لے رہی تھی، دوسری طرف ایک جدید النشأۃ قوم کا دریائے وحدت موجیں مار رہا تھا۔

اعلان عام و حجۃ الوداع

لیکن دنیا ابتک اس اجتماع عظیم کی حقیقت سے بیخبر تھی۔ اسلام کی ۲۳ سالہ زندگی کا مد و جزر تمام عرب دیکھ چکا تھا، مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسلام کی تاریخی زندگی کن نتائج پر مشتمل تھی، اور مسلمانوں کی جد و جہد، فدویت، ایثار نفس و روح کا مقصد اعظم کیا تھا؟ اب اُسکی توضیح کا وقت آگیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کا سنگ بنیاد اس دعا کو پڑھکر رکھا تھا:

واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلداً امناً وارزق اھلہ من الثمرات جب ابراہیم نے کہا کہ خدا وندا اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اُسکے باشندے اگر خدا اور روز قیامت

من اٰمن منھم باللہ والیوم الاٰخر (بقرہ)   جو ایمان لائیں، تو اُن کو ہر قسم کے ثمرات و نعائم عطا فرما۔

جس وقت اُنھوں نے یہ دعا کی تھی، تمام دنیا فتنہ و فساد کا گھوارہ بن رہی تھی۔ دنیا کا امن و امان اُٹھ گیا تھا۔ اطمینان و سکون کی نیند آنکھوں سے اُڑ گئی تھی۔ دُنیا کی عزت و آبرو معرض خطر میں تھی۔ جان و مال کا تحفظ ناممکن ہوگیا تھا، کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پامال کر دئے گئے تھے، عدالت کا گھر ویران، حریت انسانی مفقود، اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی، کرۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظلم و کفر کی تاریکی سے ظلمت کدہ نہو۔ اسلئے اُنھوں نے آباد دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہوکر ایک "وادی غیر ذی زرع" میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ایک دارالامن بنایا اور تمام دُنیا کو صلح و سلام کی دعوت عام دی۔ اب اُن کی صالح اولاد سے یہ دارالامن بھی چھین لیا گیا تھا۔ اسلئے اُسکے واپسی کے لئے پورے دس سال تک اُسکے فرزند نے بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا۔ فتح مکہ نے جب اُس کا مامن و ملجا واپس دلا دیا تو وہ اُس میں داخل ہوا کہ باپ کی طرح تمام دنیا کو "گم شدہ حق کی واپسی" کی بشارت دے۔ چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور تمام دنیا کو مژدہ امن و عدالت سنایا۔

خطبۂ حجۃ الوداع

ان دماءکم واموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا۔ الا ان کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ

جس طرح تم آج کے دن کی، اس مہینہ کی، اس شہر مقدس میں حرمت کرتے ہو اُسی طرح تمھارا خون اور تمھارا مال بھی تم پر حرام ہے، اچھی طرح سُن لو کہ جاہلیت کی تمام بُری رسموں کو آج میں اپنے دونوں قدموں سے کچل ڈالتا ہوں بالخصوص زمانۂ جاہلیت کے انتقام

واوّل دم اضعه دمائنا دم ابن ربیعة وربا الجاهلیة موضوع واوّل ربًا اضع ربانا ربا عباس ابن عبد المطلب۔ اللھم اشھد، اللھم اشھد اللھم اشھد (ابوداؤد۔ جلد ۱۔ ص ۲۶۳۔ کتاب الحج)	اور خون بہا لینے کی رسم تو بالکل مٹا دی جاتی ہے، میں سب سے پہلے اپنے بھائی ابن ربیعہ کے خون کے انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں۔ جاہلیت کی سود خواری کا طریقہ بھی مٹا دیا جاتا ہے اور سب سے پہلے خود میں اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے سود کو چھوڑتا ہوں خدایا تو گواہ رہیو! خدایا تو گواہ رہیو! خدایا تو گواہ رہیو۔

کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہونچا دیا!

تکمیل دین الٰہی

اب حق پھر پھر کے پھر اپنے اصلی مرکز پر آگیا، اور باپ نے دُنیا کی ہدایت وارشاد کے لئے جس نقطہ سے پہلا قدم اُٹھایا تھا، بیٹے کے روحانی سفر کی وہ آخری منزل ہوئی اور اُسی نقطہ پر پہونچکر اسلام کی تکمیل ہوگئی، اسلئے وہ کہ اس نے تمام دنیا کو مژدہ امن سُنایا تھا۔ آسمانی فرشتے نے بھی اُس کو کامیابی مقصد کی سب سے آخری بشارت دیدی:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا	آج کے دن میں نے تمھارے دین کو بالکل بکمل کردیا اور تم پر اپنے تمام احسانات پورے کردئے۔ اور میں نے تمھارے اسلام کو ایک برگزیدہ دین منتخب کیا۔



اسرار احمد آزاد گلشن آف
دھرہ دون

اگر آپ

عرفان کے دریا سے سیراب ہونا چاہتے ہیں اور حقائق کے بحر ذخار سے بیش بہا موتی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی تصانیف اور مضامین کو ذیل کے پتہ سے طلب فرما کر مطالعہ کیجئے۔ فہرست مفت

ہر قسم کی کتابیں

سیاسی، اخلاقی، مذہبی ــــ ملنے کا

پتہ

مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعۃ۔ محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

خلافت اور انگلستان

ڈاکٹر سید محمود صاحب کی زبردست تصنیف کا اردو ترجمہ جس کو ہندوستان کے تمام بزرگان قوم نے پسند کیا ہے۔ خلافت اور انگلستان کے تعلقات پر بہترین کتاب ہے۔ عہ ۴

درس آزادی دینے والی مشہور کتابیں

مولانا محمد علی صاحب

- تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اول ۸ر
- ؍؍ ؍؍ حصہ دوم ۸ر
- خطبہ مولانا محمد علی صاحب ۵ر
- تقریر مدراس ۳ر
- جذبات جوہر ۲ر
- بیان کراچی ۴ر
- خطوط جیل ۲ر

مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی

- المکتوب سفرنامہ ۸ر
- درس خلافت ۸ر
- الاظہار ۸ر
- جذبات الصداقت ۳ر

مہاتما گاندھی جی

- مجموعہ مضامین مہاتما گاندھی حصہ اول ۸ر
- سوراج ۸ر

لالہ لاجپت رائے جی

- مجموعہ مضامین لالہ لاجپت رائے حصہ اول ۸ر
- غلامی کی علامتیں ۳ر
- پالٹکس ۴ر
- قومی تعلیم ۳ر

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

- دنیائے اسلام اور خلافت ۴ر
- خلافت اور ہندوستان ۸ر

متفرق اصحاب

- ترکان احرار عہ
- ترکان احرار و جنگ یونان عہ
- سوانح عمری غازی مصطفےٰ کمال پاشا عہ
- سوانح عمری غازی انور پاشا عہ
- سوانح عمری غلول پاشا ۱۰ر
- سوانح عمری مولانا محمد علی ۱۲ر
- سوانح عمری مہاتما گاندھی ۸ر

متفرق اصحاب

- انگریزی حکومت اور عراق عرب ۸ر
- سیاسی پیشینگوئی ۴ر
- ترک موالات اور ممالک غیر ۱۰ر
- خطبہ سی آر داس ۳ر
- اسیر مالٹا کا پیغام ۹ر
- تقاریر مولانا ظفر علیخاں ۹ر
- سمرنا کی خونی داستان ۳ر
- جذبات حریت (نظم) ۸ر
- خطبہ مولانا آزاد سبحانی ۲ر
- بیان مولانا حسین احمد صاحب ۲ر
- مقدمہ کراچی مکمل عہ
- مرقعہ اجتماعات احمد آباد ۱۰ر
- خانقاہ اشرفیہ کا جواب ۳ر
- زندان حماقت نظم ۶ر
- دردناک مظالم پنجاب عہ

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ